فقاتل في سبيل الله لا تكلف إلا نفسك وحرض المؤمنين
حطّین
عالمی جہاد کا داعی
جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ
افتتاحیہ
اور فتح کی خبریں آنے لگیں......
النّبي أولى بالمؤمنين من أنفسهم
"مَنْ لِيْ بِهٰذَا الْخَبِيْث؟" (کون ہے جو میری حرمت کی خاطر اس خبیث سے نمٹے؟)
إنما يخشى الله من عباده العلماء
حکمرانوں کی قربت سے بچو!
كنتم خير أمة أخرجت للناس
تحریکِ لال مسجد، پس منظر......پیش منظر
الولاء والبراء
کفار سے برأت کا قرآنی عقیدہ
وجاهدوا في الله حق جهاده
جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت وتعاون کے چالیس طریقے
إن الحكم إلا لله
جمہوریت، عصرِ حاضر کا صنمِ اکبر
والقانتين والقانتات......
شہید ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کا خط
٣

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمی جہاد کا داعی

شمارہ ۳، جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حطّین وہ میدان ہے جہاں تاریخ کا ایک عظیم معرکہ لڑا گیا تھا۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں مسلمانوں نے صلیبی حملہ آوروں کو فیصلہ کن شکست دے کر ان کی کمر توڑ دی تھی۔ یہی جنگ اہلِ کتاب سے مسجدِ اقصیٰ کی بازیابی کا مقدمہ بنی۔

آج امتِ مسلمہ پھر اسی مرحلے سے دوچار ہے۔ آج پھر اہلِ اسلام پر ایک صلیبی جنگ مسلط ہے۔ ہاں البتہ فرق اتنا ہے کہ کل کی صلیبی جنگ میں صرف قبلہء اول مسجدِ اقصیٰ مسلوب تھی تو آج کعبۃ اللہ کی سرزمین بھی یہود و نصاریٰ کے نرغے میں ہے۔ یاد رکھیے کہ موجودہ دور کی صلیبی جنگ کا مقابلہ بھی اسی طرح ممکن ہو گا جس طرح ماضی کی صلیبی جنگوں کا مقابلہ کیا گیا تھا، بلکہ اُس سے بھی زیادہ قوت و قربانیوں کے ساتھ... کیونکہ کل کی صلیبی جنگ کا شکار محض مسلمان تھے، جب کہ آج اسلام بجائے خود ہدف ہے۔ بس یہی حطین کا پیغام ہے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرستِ مضامین

الولاء والبراء
کفار سے برأت کا قرآنی عقیدہ

إن الحکم إلا للہ
جمہوریت،عصرِ حاضر کا صنمِ اکبر

فاسئلوا أهل الذکر
ان کی گردنیں مارو
(افغانستان پر امریکی حملے کے موقع پر شہید مفتی نظام الدین شامزئی ؒ کا ایک اہم فتویٰ)

نصر من اللہ و فتح قریب
اخبارِ ملاحم (امارتِ اسلامیہ افغانستان اور امارتِ اسلامیہ عراق کی عسکری کارروائیوں کا اجمالی خاکہ)

وأعدوا لهم ما استطعتم
رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کے نام

من المؤمنین رجال صدقوا......
شہید ملا داد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

قد أفلح من تزکی
شریعت کو مضبوطی سے تھامے رکھو!

افتتاحیہ

اور فتح کی خبریں آنے لگیں

قاری عبدالہادی

''اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗٓ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ . کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ.'' (سورۃ المجادلۃ : ۲۰،۲۱)

''بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں وہ نہایت ذلیل ہوں گے۔ اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ زورآور (اور) زبردست ہے۔''

فتح......اہلِ ایمان کا مقدر

اخروی کامیابی اور دنیاوی فتح ونصرت اہلِ ایمان ہی کا مقدر ہے...... یہ اللہ رب العزت کا وعدہ ہے، قرآن کا فیصلہ ہے، نبویؐ بشارت ہے، ایک ایسی حقیقت ہے جسے تبدیل کرنا کسی بشر کے بس کی بات نہیں، ''لا تبدیل لکلمات اللّٰہ''! یہ تو ممکن ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے اہلِ ایمان کی آزمائش کا عرصہ طویل ہو جائے، ''یہاں تک کہ رسول اور اس کے اہلِ ایمان ساتھی بھی پکار اٹھیں کہ اللہ کی نصرت کب آئے گی؟'' لیکن یہ ممکن نہیں کہ صبر وآزمائش کے اس مرحلے کے بعد انجامِ کار کفار و فجار کے حق میں رہے، ''والعاقبۃ للمتقین''!

جہادی بیداری کی عالمگیر لہر

الحمدللہ امتِ مسلمہ آج ایک طویل عرصے بعد کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہر ہر محاذ پر اس کا مقابلہ کر رہی ہے اور نہ صرف کفر کا عالمگیر غلبہ بلکہ خود اس کا اپنا وجود بھی خطرے میں نظر آ رہا ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد غلامی کے جس تکلیف دہ مرحلے سے اس امت کو گزرنا پڑا، آج اس کا خاتمہ قریب نظر آتا ہے۔ قوموں کی زندگی میں ایک صدی کا عرصہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ دنیا کی دیگر اقوام کی تاریخ پر نگاہ دوڑانے سے محسوس ہوتا ہے کہ امتِ مسلمہ کا شیرازہ مکمل طور پر بکھر جانے کے بعد مسلمانوں کا دوبارہ ایک صدی کے اندر پوری قوت و شدت سے مزاحمت کے لیے اٹھ کھڑا ہونا اور اس عالمِ ضعف میں ایک عالمی طاقت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دوسری کی گردن پر بھی ہاتھ ڈال لینا ایک غیر معمولی امر ہے۔ بلاشبہ یہ امر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ:

☆ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو دین عطا فرمایا ہے وہ اپنے اندر روح کی ایسی حیرت انگیز قوت رکھتا ہے

جس کے سامنے بڑی بڑی مادی قوتیں پاش پاش ہو کر بکھر جاتی ہیں اور جس کو مضبوطی سے تھامنے والے جلد ہی زمانے کی سیادت کے منصب پر فائز ہو جاتے ہیں، جبکہ وحی کی روشنی سے محروم اقوام ......خواہ وہ کتنے ہی بلند و بالا فلسفوں اور انسانی عقل کی پیداوار نام نہاد علوم پر اپنی عمارت کھڑی کریں......لامحالہ ان کے قدموں میں سر رکھنے پر مجبور ہوتی ہیں۔

☆ امتِ مسلمہ کی یہ بیداریٔ نو اس بات کا بھی بیّن ثبوت ہے کہ یہ امت جب تک جہاد کرتی رہے گی، نصرتِ الٰہی اس کے ساتھ رہے گی، اور جب بھی یہ اس حکم سے اعراض برتے گی ...... حدیثِ نبویؐ کے عین مطابق......''اللہ اس پر ذلت مسلط فرمادیں گے''۔

مغربی مفکرین کے دعووں کا ابطال

یہود کی سرپرستی میں قائم ہونے والے عالمی نظامِ کفر کے فکری سرغنہ کل تک ''دی اینڈ آف ہسٹری'' جیسی کتابیں لکھ کر یہ دعوے کر رہے تھے کہ مغربی تہذیب انسانی ترقی کی معراج ہے اور اب انسانوں کے لیے مغرب کے عطا کردہ نظامہائے سیاست، معاشرت و معیشت سے بہتر نظام لانا ممکن ہی نہیں......آج عراق کے گلی کوچوں اور افغانستان کے پہاڑوں میں تقریباً سات سال سے مسلسل درگت بنوانے کے بعد یہ لغو اور جاہلانہ فلسفے پیش کرنے والوں کے دماغوں کا خلل بھی ٹھیک ہو گیا ہے۔ یہ حقیقت تو اب کسی دلیل کی محتاج نہیں رہی کہ عالمی صلیبی صہیونی اتحاد عراق میں جنگ ہار چکا ہے اور اب تمام تر غور و فکر اور مشاورت کا مقصد باعزت واپسی کا راستہ ڈھونڈنا ہے۔

افغانستان میں اتحادی افواج کی درگت

الحمدللہ افغانستان کی سرزمین پر بھی حالات کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ گزشتہ سال (۱۴۲۸ھ) امریکہ اور اس کے اتحادیوں پر بہت بھاری گزرا ہے۔ سال بھر میں کل ۱۴۰ شہیدی حملے ہوئے اور مجاہدین کی مختلف کارروائیوں میں کل دو ہزار ایک سو ساٹھ (۲۱۶۰) اتحادی فوجی مردار ہوئے۔ افغانستان کے بارہ (۱۲) صوبوں پر امارتِ اسلامیہ نے اپنی مضبوط گرفت قائم کر کے وہاں ایک ڈھیلا ڈھالا سا انتظامی و عدالتی ڈھانچہ قائم کر دیا ہے، جب کہ صلیبی فوجوں کی ان صوبوں میں زمینی موجودگی مراکزِ شہر تک محدود کر دی گئی ہے۔ افغانستان میں ۱۴۲۸ھ کے اختتام تک تنہا امریکہ کے جنگی اخراجات ہی ۱۴۰ بلین ڈالر تک پہنچ چکے تھے جس سے امریکہ کی معاشی کمر ٹوٹ کر رہ گئی ہے۔ پچاس ہزار (۵۰،۰۰۰) فوجیوں پر مشتمل صلیبی لشکر اور ایک لاکھ بیس ہزار (۱۲۰،۰۰۰) افغان فوجیوں پر مشتمل لشکرِ ارتداد مل کر بھی افغانستان کی غیرت مند سرزمین سے اٹھنے والی جہادی لہر کو نہیں روک سکے، وللہ الحمد!

دشمن کا اعترافِ شکست

اللہ کا فضل و احسان ہے کہ دشمن کے لیے مجاہدینِ اسلام کی کامیابیوں پر مزید پردے ڈالنا ممکن نہیں رہا اور اس نے خود ہی اپنی شکست کا اعتراف کرلیا ہے۔نیٹو کے سابق سپہ سالارِ اعلیٰ جنرل جیمز ایل جونز کی سربراہی میں قائم ہونے والی ''اٹلانٹک کونسل'' کی جاری کردہ رپورٹ برملا کہتی ہے کہ:

''کسی غلط فہمی میں نہ رہیے، نیٹو افغانستان کی جنگ قطعاً نہیں جیت رہا!''

اسی طرح نیٹو اتحاد کی جانب سے افغانستان میں تعینات اعلیٰ ترین فوجی عہدیدار جنرل ڈین میک نیل نے کچھ عرصہ قبل نیٹو ممالک کے ویلینس (لتھوینیا) میں منعقدہ وزرائے دفاع کے اجلاس میں میں کہا کہ:

''ہمیں افغانستان میں فتح پانے کے لیے کم از کم چار لاکھ (۴۰۰،۰۰۰) مزید فوجی درکار ہیں۔''

صلیبی صہیونی اتحاد میں دراڑیں

الحمدللہ اس صلیبی صہیونی اتحاد میں پڑنے والی دراڑیں دن بہ دن نمایاں ہوتی جارہی ہیں۔کینیڈا نے صراحتاً اعلان کردیا ہے کہ ملا محمد عمر کے آبائی شہر قندھار میں امن برقرار رکھنے کے لیے اس کے ۲۵۰۰ فوجی بالکل ناکافی ہیں، لہٰذا اگر اس کی امداد کو مزید ایک ہزار نیٹو فوجی نہ آئے تو وہ اس سال کے اخیر تک اپنی فوج افغانستان سے نکال لے گا۔دوسری جانب نیٹو ممالک کا حال یہ ہے کہ وہ اپنا ایک بھی مزید فوجی خطرے میں ڈالنے سے کترا رہے ہیں۔ چنانچہ جب جرمنی کی فوج سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنا ۳۲۰۰ فوجیوں پر مشتمل دستہ افغانستان کے شمالی صوبوں سے نکال کر (جہاں ان کی جانیں نسبتاً کم خطرے میں ہیں) جنوبی صوبوں میں بھیج دیں (جو طالبان کا گڑھ ہیں) تو انہوں نے صاف انکار کردیا۔یہی حالات دیکھتے ہوئے برطانوی وزیرِ دفاع میلی بینڈ نے دس فروری سن ۲۰۰۸ء کو ''ڈیلی ٹیلی گراف'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ:

''افغانستان کے مسئلے کا تنہا کوئی عسکری حل ممکن نہیں......عسکری حل کے ساتھ ساتھ اقتصادی حل اور نظامِ حکومت کی بہتری پر بھی بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔''

امریکہ کو جب پیروں تلے زمین کھنچتی محسوس ہوئی تو اس کا وزیرِ دفاع روبرٹ گیٹس بھی نیٹو ممالک کے وزرائے دفاع کے اجلاس میں اپنا غصہ و پریشانی نہ چھپا پایا اور یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ:

''کچھ یورپی اقوام افغانستان میں نہ تو طالبان کے خلاف لڑنے کے لیے تیار ہیں، نہ ہی اپنے فوجی مروانے کے لیے!''

عالمِ نزع میں تڑپتی مغربی تہذیب

الحمدللہ مغربی تہذیب کی عالمگیر شکست اب نوشتۂ دیوار ہے، ایک ایسا نوشتہ جسے ہم سے پہلے خود اس نے پڑھ لیا ہے۔ چنانچہ وہ ذبح کیے جانے والے جانور کی مانند اضطراب کی کیفیت میں دیوانہ وار ہر سمت ہاتھ پاؤں مار رہی ہے، حالانکہ ہر مرتبہ ہاتھ پاؤں مارنے سے مجاہدین کا خنجر اس کے حلق کی گہرائیوں میں مزید پیوست ہوتا چلا جاتا ہے۔ گزشتہ کچھ عرصے میں صلیبی صہیونی اتحاد نے وہ دیوانی حرکتیں کی ہیں جس کی مثال تاریخِ عالم میں مشکل ہی سے ملتی ہے۔ دیوانی ہذیانی حرکتوں کا یہ سلسلہ گوانتانامو بے میں تکریمِ انسانیت کی دھجیاں بکھیرنے والی جیل کے قیام سے شروع ہوا۔ پھر اسی کے تسلسل میں ابوغریب و بگرام جیل میں معزز بھائیوں اور عفت مآب بہنوں کی عزتیں پامال کی گئیں، غزہ کی بستی میں اہلِ ایمان کا چہار سو محاصرہ کر کے ان کو بے دریغ قتل کیا گیا، صومالیہ میں اٹھنے والی جہادی تحریک کو فضائی بمباریوں اور مقامی کٹھ پتلیوں کی پشت پناہی کے ذریعے دبانے کی کوشش کی گئی ......لیکن ان تمام حرکتوں میں سب سے گھٹیا اور رذیل حرکت قرآنِ عظیم اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کلیسا اور یورپی حکومتوں کی سرپرستی کے تحت بار بار گستاخی کا ارتکاب ہے۔ یہ حرکتیں اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ مغربی تہذیب کی موت اب بالکل نزدیک آن لگی ہے۔ یہ رذیل حرکتیں ان شاءاللہ صلیبی صیہونی اتحاد کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوں گی اور اللہ کے اذن سے وہ وقت اب قطعاً دور نہیں جب مجاہدینِ اسلام عذابِ الٰہی کا کوڑا ابن کر ان پر برسیں گے، ان کے مال کو بطور غنیمت ضبط کریں گے، ان کے لڑکوں کو غلام اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنائیں گے اور ان کا غرور و تکبر پاش پاش کر کے انہیں اسلام کے سامنے ناک رگڑ کر جزیہ دینے پر مجبور کریں گے، ''**وذلک جزاء الکافرین**''!

کفر واسلام کے لشکروں میں تمیز کا الٰہی انتظام

اسلام اور صلیب کے اس عالمگیر معرکے کا ایک اور پہلو بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس مرتبہ اللہ تعالیٰ نے کفر و اسلام کی صفیں جدا کرنے کے خصوصی اسباب پیدا فرما دیئے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشین گوئی پوری ہو رہی ہے کہ عنقریب وہ زمانہ آئے گا جب تمام لوگ دو خیموں میں بٹ جائیں گے:

''......**فسطاط إيمان لا نفاق فيه، و فسطاط نفاق لا إيمان فيه.**''

''......ایک ایمان کا خیمہ جس میں نفاق کا کوئی شائبہ نہ ہوگا، دوسرا منافقت کا خیمہ جس میں ایمان کا کوئی شائبہ نہ ہوگا۔''

(أبو داود، کتاب الفتن و الملاحم، باب ذکر الفتن و دلائلها)

اسلام تو پہلے بھی یہی مطالبہ کرتا تھا کہ دین میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور مذبذبین کا سا رویہ نہ اختیار کرو کہ " لَآ اِلٰـی ھٰٓؤُلَآءِ وَ لَآ اِلٰـی ھٰٓؤُلَآءِ "(نہ اِن کے ساتھ ہو اور نہ اُن کے ساتھ)......لیکن اس مرتبہ تو کفر کے امام نے بھی منافقت و دورنگی کو برداشت کرنے سے انکار کر دیا اور صراحت سے یہ اعلان کیا کہ:

''آج ہر قوم کو فیصلہ کرنا ہوگا......یا تو آپ ہمارے ساتھ ہیں یا پھر دہشت گردوں کے ساتھ۔''

یہ صلیب اور اسلام کے اس جدید معرکے کی سب سے نمایاں اور مثبت خصوصیت رہی ہے کہ منافقین کے لیے کوئی درمیان کی راہ نہیں بچی۔ یا تو انہیں اسلام کے ساتھ کھڑے ہو کر اپنے ایمان کا عملی ثبوت دینا پڑا ہے، یا پھر انہوں نے صریح ارتداد کی راہ اختیار کی ہے۔ چنانچہ آج امت کے لیے دوست و دشمن کی پہچان کچھ زیادہ مشکل نہیں رہی۔ ''الولاء والبراء'' کا فراموش کردہ عقیدہ آج پھر سے تازہ ہو گیا ہے۔ وہ آستین کے سانپ جو عرصۂ دراز سے اس امت کو ڈس ڈس کر اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر رہے تھے، جن کی سازشوں اور کفر کے ساتھ ساز باز ہی کے نتیجے میں خلافتِ عثمانیہ کا سقوط ہوا، جو حیاتِ ملت کے فیصلہ کن موقعوں پر کبھی میر جعفر اور میر صادق بن کر ظاہر ہوئے اور کبھی جمال عبدالناصر، فہد، قذافی، کرزائی، علاوی، محمود عباس، بے نظیر اور پرویز کی صورت میں نمودار ہوئے......آج کے اس تاریخی عالمگیر معرکے نے ایسے سب کرداروں کو امت کے سامنے پوری طرح بے نقاب کر دیا ہے۔

مسلم سرزمینوں پر مسلط دشمنِ دین اور خائنِ ملت حکومتیں

بلاشبہ اس جہاد کا سب سے بڑا تحفہ یہی ہے کہ امت نے اپنی گردن پر مسلط حکمرانوں اور ان کی حفاظت پر مامور افواج کا مکروہ چہرہ پہچان لیا ہے۔ حدیث کے مطابق ''مومن ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا''...... پس یہ امتِ ایمان ان شاء اللہ دوبارہ کبھی دھوکہ نہیں کھائے گی، دوبارہ کبھی ان سازشیوں کی چکنی چپڑی باتوں پر اعتماد نہ کرے گی، ان کفریہ نظامہائے حکمرانی سے کبھی کوئی توقع وابستہ نہ رکھے گی۔ امت نے فلسطین کا سودا کرنے والے محمود عباس، سرزمینِ حرمین کے دروازے کافروں کے لیے چوپٹ کھول دینے والے فہد و عبداللہ، مصر کی دینی تحریکات کا گلا گھونٹنے والے حسنی مبارک، افغانستان پر امریکیوں کو مسلط کروانے والے شمالی اتحاد، عراق میں صلیبیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو قتل کرنے والی مہدی ملیشیا، کشمیر بیچ ڈالنے والی پاکستانی ایجنسیوں، امارتِ اسلامیہ افغانستان گرانے والے پرویز، عرب و عجم کے آٹھ سو مجاہد بیٹوں کو گرفتار کر کے امریکہ کے حوالے کرنے والی پاکستانی پولیس اور لال مسجد کو خون میں نہلانے والی پرویزی فوج کو بخوبی دیکھ لیا ہے......ان سب نے اپنی دین دشمنی کی ہر دلیلِ ظاہری و حسی فراہم کر کے ہمارے لیے یہ فیصلہ کرنا نہایت آسان کر دیا ہے کہ یہ سب حکومتیں اور فوجیں کفر و اسلام کی اس عالمی جنگ میں کس خیمے میں کھڑی

ہیں......کفر ونفاق کے اس خیمے میں جس میں ایمان کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا! پس امتِ مسلمہ کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ اب کی بار جب مغرب شکست کھائے گا تو یہ صرف صلیب ہی کی شکست نہ ہوگی، بلکہ اللہ کے اذن سے مسلم سرزمینوں پر مسلط تمام کفریہ نظام اور ان نظاموں کے تمام محافظوں کی بساط بھی ساتھ ہی لپٹ جائے گی۔

امت کی ذمہ داریاں

پس ضرورت اس امر کی ہے کہ:

☆ امت اس حقیقت کو جان لے کہ اسلام وکفر کے اس عالمگیر معرکے میں فتح اہلِ ایمان ہی کا مقدر ہے، اور صلیبی مغرب کی فیصلہ کن شکست کا وقت ان شاء اللہ بہت قریب آن لگا ہے۔

☆ امتِ مسلمہ یہ بات بھی سمجھ لے کہ عالمی صلیبی صہیونی اتحاد کو آج جس شکست کا سامنا ہے وہ اسی فریضۂ جہاد کے احیاء کا نتیجہ ہے جس کے ذریعے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکینِ مکہ کی قوت توڑی تھی اور جس کے ذریعے آخرِ کار عیسیٰ علیہ السلام دجال و دجالی تہذیب کو فیصلہ کن شکست دیں گے۔ پس دین کو مضبوطی سے تھامنا اور انبیاء علیہم السلام والے اس راستے پر چلنا ہی امت کے لیے راہِ نجات ہے۔

☆ امت کو مغربی تہذیب سے مستعار لیے ہوئے تمام جمہوری راستوں کو واضح طور پر مسترد کرنا ہوگا ورنہ نہ صرف یہ کہ آخرت میں کچھ ہاتھ نہ آئے گا، بلکہ دنیا میں بھی مغربی تہذیب کی شکست کے ساتھ ہی یہ تمام مغربی نظام وافکار دم توڑ دیں گے، اور بالآخر ذلت ورسوائی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

☆ کفر واسلام کے اس عالمی معرکے نے مسلم امت پر مسلط حکمرانوں اور افواج کو بے نقاب کر دیا ہے اور یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ اسلامی سرزمینوں پر مسلط کفریہ نظام اور یہ نظام چلانے والے......سب کفر کے ساتھی ہیں۔ پس امت کو چاہیے کہ وہ ان دین دشمنوں کے چہرے اچھی طرح پہچان لے تاکہ کل کو اگر پانسہ پلٹتا دیکھ کر یہ غدار خیرخواہ کے روپ میں ہمارے پاس آئیں اور مذاکرات وسیاسی کھیل تماشوں میں الجھا کر جہاد کے ثمرات ضائع کرنا چاہیں تو انہیں جواب میں تلوار کے سوا کچھ نہ ملے۔ اللہ نے اسی تلوار کے ذریعے اسلام کو پہلی مرتبہ عزت بخشی تھی، یہی تلوار اب بھی اسے غلامی کے پھندوں سے مکمل نجات دلائے گی۔

☆ جہاد آج فرضِ عین ہے۔ اس فرض پر لبیک کہتے ہوئے امت کے باسعادت نوجوان اللہ کی راہ میں نکلے اور اللہ نے ان کی قلیل تعداد اور محدود وسائل میں اتنی برکت ڈالی کہ پورا عالمِ کفر آج کے ان نام ہی سے لرزہ براندام ہے۔ الحمدللہ یہ قافلۂ جہاد نصرتِ الٰہی کے سائے میں اپنی فطری رفتار سے سوئے منزل رواں دواں ہے۔ پس یہ امت کے ہر اس مخلص فرد کے لیے لمحۂ فکریہ ہے جس کے قدم ابھی تک گھروں سے نہیں نکلے کہ کہیں اس سے قافلہ چھوٹ نہ جائے!

’’مَنْ لِي بِهٰذَا الْخَبِيْثُ؟‘‘

(’’کون ہے جو میری حرمت کی خاطر اس خبیث سے نمٹے؟!‘‘)

حسّان یوسفی

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید الأنبیاء و المرسلین، و علی آلہ و صحبہ أجمعین، و من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین، وبعد:

اسلام وکفر کا تصادم......ایک ازلی حقیقت

ابتدائے آفرینش ہی سے حق وباطل کا معرکہ بپا ہے، کفرو اسلام کی کشمکش جاری ہے۔ اسلام اور کفر میں کوئی شے مشترک ومماثل نہیں، پس قدم قدم پر ان کا تصادم ناگزیر ہے۔ اور بالآخر دینِ حق کا تمام ادیانِ باطلہ پر غالب آجانا ایک طے شدہ امر ہے۔ یہ تو تمام جہانوں کے رب کا فیصلہ ہے جو اس نے اپنے محبوب ترین بندے اور آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تمام بنی نوع انسان تک پہنچایا۔ ہادئ برحق، نبئ آخر الزّماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس کشمکش کے آداب بھی سکھلا دیئے اور کفار سے جہاد ومبارزت کے شرعی اصول بھی بتلا گئے۔

کفار......چوپایوں سے بدتر مخلوق

کفار چونکہ اپنی ازلی بدبختی کے سبب آسمانی رہنمائی سے محروم ہیں، اس لیے ہمیشہ سے ہی تمام اصول و آداب اور ہر قسم کی اخلاقیات سے عاری رہے ہیں۔ خود کو مہذب کہلانے والے آج کے جدید کافر بھی شہوت پرستی، جسمانی وروحانی غلاظت، بے مقصدیت، غدر وخیانت، دھوکہ وفریب، تکبر وغرور، درندگی وسربریت اور وحشت واجڈپن میں ان مقاماتِ ذلت تک گر چکے ہیں کہ بدترین چوپائے بھی ان کو دیکھ کر شرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کی اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الأنفال: ۵۵)

’’یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین چوپائے کافر لوگ ہیں، پس وہ ایمان نہ لائیں گے‘‘۔

سورۂ اعراف میں انہی کی مثال یوں بیان کی گئی:

﴿اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَل﴾(الأعراف: ۱۷۹)

''یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے''۔

انہی کے متعلق سورۃ التین میں فرمایا:

﴿ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سَافِلِيۡن﴾(التین: ۵)

''پھر ہم نے اسے سب نیچوں سے نیچ کر دیا''۔

سورۂ مائدہ میں انہی کا تعارف یوں کروایا گیا:

﴿مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيۡهِ وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَ الۡخَنَازِيۡرَ﴾(المائدة: ۶۰)

''وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت اور غضب کیا، اور ان میں سے بعض کو بندر اور خنزیر بنا دیا''۔

یہ لعنت زدہ کفار اپنے ''شر الدواب'' ہونے کا عملی ثبوت ہمیشہ دیتے رہے ہیں......اور آج، جب یہ اپنی مادی ترقی کے عروج پر ہیں، اپنی اخلاقی پستی کی رذیل ترین مثال قائم کرتے ہوئے ان صلیبی صہیونی کافروں نے سلسلۂ نبوت کی آخری کڑی، امام الانبیاء، محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ عالی کے بارے میں توہین آمیز خاکے شائع کر کے اپنے روایتی خبثِ باطن کا بھرپور اظہار کر ڈالا ہے۔قاتلهم اللّٰه أنّٰى يؤفكون!

کفارِ عصرِ حاضر کی اس شیطانی جسارت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ چمکتی دمکتی سڑکیں، آسمانوں کو چھوتی بلند و بالا عمارتیں، فضاؤں میں اڑتے اور خلاؤں کو چیرتے ہوئے ہوائی جہاز، سمندروں کی گہرائیوں میں غوطہ زن آبدوزیں، کمپیوٹر، روبوٹ، اور دیگر محیر العقول ایجادات بنا لینے کے باوجود، کفار کے ان مصنوعی خوشبوؤں سے معطر کوٹوں اور قمیصوں کے پیچھے مستور تاریک قلوب میں تاریخی صلیبی صہیونی مذہبی تعصّبات اور بہیمی وحیوانی جذبات کا ایک ایسا متعفن سمندر موجود ہے جس کی سڑانڈ نے رحمان کے بندوں، حتیٰ کہ چرند، پرند اور درندوں، سب مخلوقاتِ خداوندی کا جینا دشوار کر دیا ہے......کیونکہ اس مرتبہ یہ شیاطین براہِ راست اس ذاتِ بابرکات پر حملہ آور ہوئے ہیں جس پر خود ربِ کائنات اور اس کے ملائکہ درود و سلام بھیجتے ہیں۔ وہ نبیٔ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم، کہ ہمارا ایمان کامل ہی اس وقت ہوتا ہے جب آپؐ ہمیں اپنی جانوں، مالوں، اولادوں اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہو جائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عالی مقام

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا ہے:

﴿اَلنَّبِىُّ اَوۡلٰى بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ﴾(الأحزاب: ۶)

''نبی مومنوں کے لئے ان کی اپنی جانوں سے بھی بڑھ کر ہیں''۔

پس تمام مسلمانوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ ہے......اور کیوں نہ ہو جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤمنین کے ساتھ تعلق ہی ایسا ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبة:۱۲۸)

''دیکھو! تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق اور رحیم ہے''۔

......اور کیوں نہ ہو جب کہ امت کے غم میں جاگنے والے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں اللہ کے حضور راتوں کو قیام کی وجہ سے سوج جاتے تھے، اور داڑھی مبارک اشکوں سے تر ہو جاتی تھی۔

......اور کیوں نہ ہو کہ انہی کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ٹھہری (من یطع الرّسول فقد أطاع اللّٰہ) اور اسی کے بدلے دنیا و آخرت کی کامیابی کا وعدہ ہے۔

......اور کیوں نہ ہو کہ روزِ قیامت جب تمام لوگ ''نفسی نفسی'' پکار رہے ہوں گے تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر ''امتی امتی'' کی صدا ہوگی۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''ما من مؤمن إلا و أنا أولی الناس به في الدنیا و الأخرة......''

''میں ہر مومن کے لئے تمام انسانوں سے قریب تر ہوں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی......''

(بخاري، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورة الأحزاب)

ان ملعون کفار نے اُس نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی ہے جس کے دم سے اس امت کی بقاء ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے جب امام مالکؒ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا تو امام مالکؒ فرمانے لگے:

''ما بقاء الأمة بعد شتم نبیها؟''

''اس امت کے باقی رہنے کا کیا جواز ہے جس کے نبی کو سب و شتم کا نشانہ بنا ڈالا جائے؟''

(کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، للقاضي عیاض المالکي)

خاکوں کی اشاعت......عالمی صلیبی جنگ کا تسلسل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک تو امتِ مسلمہ کا سرچشمۂ قوت ہے۔ ان کافروں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں کے سرچشمۂ قوت کو نشانہ بنایا ہے۔ ان کی یہ حرکت امت پر مسلط کردہ عالمی صلیبی جنگ کا تسلسل ہے، اور یہ ناپاک جسارت اس امر کو واضح کرتی ہے کہ

☆ یورپ وامریکہ کی اہلِ اسلام کے خلاف جنگ کا اصل مقصد نہ تو تیل یا زمین پر قبضہ ہے، اور نہ ہی سرمایہ دارانہ نظام کو غالب کرنا اس کا آخری ہدف ہے...... یہ ایک خالص مذہبی جنگ ہے جس کا مقصد اللہ کے دین کو اور اس دین پر عمل کرنے والوں کو مٹانا، یا کم از کم مغلوب کر کے رکھنا ہے۔

☆ یہ جنگ محض بش یا گورڈن براؤن کی جنگ نہیں، بلکہ پورا مغرب اس جنگ میں ان کے ساتھ کھڑا ہے، خواہ وہ سیاستدان ہوں یا فوجی، صحافی ہوں یا ادیب، یا کسی بھی طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد۔

☆ گزشتہ کچھ عرصے میں صلیبیوں کی جانب سے کی جانے والی یہ جسارتیں، بالخصوص پوپ بینی ڈِکٹ شاز دہم کی دریدہ ذہنی سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ ان سب گستاخیوں کو مذہبی جواز بخشنے کے لئے یورپ کی مذہبی قیادت بھی میدان میں اتر آئی ہے، بالخصوص پوپ اربن دوم اور درید بن الصمہ کا ویٹی کن میں بیٹھا یہ بڈھا جانشین!

کفار کی یہ ناپاک جسارت کوئی نئی بات نہیں۔ تاریخ کے اوراق پلٹیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کفار گاہے بگاہے اپنی بغض وعداوت کا اظہار اسی طرح کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ لَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَ مِنَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡۤا اَذًی کَثِیۡرًا﴾

(آلِ عمران:۱۸۶)

''اور تم ضرور اہلِ کتاب اور مشرکین سے بہت بدگوئی اور بدزبانی سنو گے''۔

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج

لیکن جہاں قرآن ہمیں کفار کی یہ شیطانی فطرت بتلاتا ہے، وہیں ایسی ناپاک جسارت کرنے والوں کا علاج اور دلوں کو پہنچنے والے حزن وملال کو دور کرنے کا رستہ بھی واضح کیے دیتا ہے۔ ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اپنے قول وعمل سے ان گستاخانِ رسولؐ سے بدلہ لینے کا ڈھنگ سکھلا گئے ہیں، اور ہمارے ائمہ سلف نے بھی اس بارے میں اتنی تصریح کر دی ہے کہ اب اپنی ناقص عقلیں لڑا کر بدلہ اتارنے کے کوئی من گھڑت جمہوری واحتجاجی طریقے اختراع کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں بچتی۔

امام ابنِ تیمیہؒ اپنی کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم''میں لکھتے ہیں:

''......من سبّ النبي صلى اللّٰه عليه وسلم من مسلم أو كافر فإنه يجب قتله. هذا مذهب عليه عامة أهل العلم.''

''......جو شخص بھی، چاہے مسلمان ہو یا کافر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب وشتم کا مرتکب ہو

تو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ بیشتر اہلِ علم کی رائے یہی ہے''۔

علامہ ابنِ عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

''فنفس المؤمن لا تشتفي من هذا الساب اللعين الطاعن في سيد الأولين والآخرين إلا بقتله و صلبه بعد تعذيبه و ضربه، فإن ذلک هو اللائق بحاله، الزاجر لأمثاله، عن سيئ أفعاله.''

''جو ملعون اور موذی بھی سید الاولین والآخرین (علیه الصلوة و التسلیم) کی شانِ عالی میں گستاخی اور سب و شتم کرے، اس کے بارے میں کسی مومن کا دل ٹھنڈا نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس گستاخ کو سخت اذیت و مار پیٹ کے بعد قتل نہ کیا جائے یا سولی پر نہ لٹکا دیا جائے، کیونکہ وہ اسی سزا کا مستحق ہے اور ایسی سزا ہی اس جیسے دیگر خبثاء کو اس قبیح فعل کے ارتکاب سے روک سکتی ہے''۔

(رسائل ابن العابدین)

امام احمد بن حنبلؒ رقمطراز ہیں:

''كل من شتم النبى صلى الله عليه وسلم أوتنقصه، مسلماً كان أو كافرًا، فعليه القتل.''

''جو شخص بھی، خواہ مسلمان ہو یا کافر، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا ان کی توہین و تنقیص کرے، تو اس کو قتل کرنا واجب ہے''۔

(الصارم المسلول علی شاتم الرسول صلی اللّٰہ علیہ و سلم)

کافر تو کافر، اگر کوئی نام نہاد مسلمان بھی اس مکروہ جسارت کا مرتکب ہو تو اسلام کا حکم اس کے بارے میں بالکل واضح ہے۔ صاحبِ ''تفسیرِ مظہری'' لکھتے ہیں:

''من آذى رسول الله صلى الله عليه و سلم بطعن في شخصه أو دينه أو نسبه أو صفة من صفاته أو بوجه من وجوه الشين فيه صراحة أو كناية أوتعريضا أو إشارة كفر ولعنه الله في الدنيا و الآخرة و أعد له عذاب جهنم. و هل يقبل توبته؟ قال ابن همام: كل من أبغض رسول الله صلى الله عليه و سلم بقلبه كان مرتداً فالسباب بالطريق الأولىٰ، و يقتل عندنا حداً، فلا تقبل توبته في إسقاط القتل. قالوا هذا مذهب أهل الكوفة و مالک.... وقال الخطابيؒ: لا أعلم أحداً خالف في وجوب قتله.''

''جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت یا آپؐ کے دین یا آپؐ کے نسب یا آپؐ کی کسی

صفت پر طعن و تشنیع کر کے، یا کسی بھی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیب جوئی کر کے آپ ؐ کو اذیت پہنچائے، خواہ وہ صراحتاً کوئی ایسی بات کرے یا کنایۃً، تعریضاً کرے یا اشارتاً، بہر صورت کفر کا مرتکب ہوگا اور دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہوگا اور اللہ نے اس کے لیے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

کیا ایسے شخص کی توبہ قبول ہوتی ہے؟ امام ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ: جو شخص بھی اپنے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بغض رکھے، وہ مرتد ہو جاتا ہے، تو جو (اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنی زبان سے) گالیاں بکے، وہ تو بدرجۂ اولیٰ مرتد ہوگا۔ اور ہمارے (یعنی فقہائے احناف کے) نزدیک اسے بطور حد قتل کیا جائے گا اور اگر وہ توبہ کر لے تب بھی قتل کی سزا ساقط نہیں ہوگی۔ اہلِ کوفہ اور امام مالکؒ کی رائے یہی ہے...... امام خطابیؒ فرماتے ہیں: میرے علم میں نہیں کہ گستاخِ رسول ؐ کے واجب القتل ہونے میں کسی کا اختلاف ہے۔''

(تفسير المظهري، جلد ٧، تفسير سورة الأحزاب)

مولانا ادریس کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''پیغمبرِ خدا کی توقیر و تعظیم اور اس کی نصرت و حمایت تمام امت پر فرض ہے۔ اس کی بے حرمتی دینِ الٰہی کی بے حرمتی ہے...... (پس) ان (کفار) کی ظاہری قوت و شوکت اور مادی ساز و سامان سے خائف نہ ہوں! صرف اللہ سے ڈریں اور اس کے رسول کی نصرت و حمایت میں جان و مال جو کچھ بھی درکار ہو اس سے دریغ نہ کریں...... (یہ تو) ہر امتی کا فرض ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی سنے تو فوراً اس کی جان لے لے یا اپنی جان دے دے۔''

(سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد دوم، باب سوم)

گستاخانِ رسول ؐ کو قتل کرنے میں صحابہؓ کی باہم مسابقت

سیرتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ جب بھی کسی کافر نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہے اور انہیں اذیت دی تو صحابۂ کرامؓ کی غیرتِ ایمانی کو یہ گوارا نہ ہوا کہ اس کے بعد اس کافر کا سر تن پہ باقی رہے، اور انہوں نے ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر دنیا کو اس کے نجس وجود سے پاک کرنے کی سعی کی۔ یہاں بطور مثال چند واقعات پیش کیے جا رہے ہیں:

کعب بن اشرف یہودی کا قتل

یہودی کعب بن اشرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو سخت اذیتیں پہنچایا کرتا تھا۔ بدر میں

مشرکین کی شکست کے بعد یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا:

''من لكعب بن أشرف فإنه قد آذى الله و رسوله؟''

''کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے گا کہ اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو اذیت پہنچائی ہے؟''

اس پکارِ نبویؐ پر لبیک کہتے ہوئے محمدؓ بن مسلمہ، ابو نائلہؓ، عبادؓ بن بشر، حارثؓ بن اوس اور ابو عبسؓ بن جبر اٹھ کھڑے ہوئے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بدلہ لیں گے۔ یہ تمام صحابہؓ قبیلہ اوس سے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور کعب بن اشرف کا سر لا کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور ان صحابہؓ سے فرمایا:

''أفلحت الوجوه!''

''یہ چہرے کامیاب رہیں!''

انہوںؓ نے جواب میں فرمایا:

''و وجهك يا رسول اللهؐ!''

''اور آپ کا چہرہ بھی اے اللہ کے رسولؐ!''

(صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب قتل الكعب بن أشرف)

ابو رافع یہودی کا قتل

ایک دوسرا گستاخ ابو رافع سلام بن ابی الحقیق نامی یہودی تھا۔ یہ بہت مالدار تاجر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح سے ایذاء اور تکلیف پہنچاتا تھا۔ قبیلۂ خزرج کے صحابہؓ نے جب دیکھا کہ اوس والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دشمن اور گستاخ کعب بن اشرف کو قتل کر کے سعادت اور شرف حاصل کر لیا ہے، تو سوچا کہ کیوں نہ ہم بھی بارگاہِ نبوت کے دوسرے گستاخ ابو رافع کو قتل کر کے دارین کی عزت و رفعت حاصل کریں۔ لہٰذا انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو رافع کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہؓ بن عتیک کی قیادت میں پانچ صحابہؓ کا گروہ روانہ ہوا۔ انہوں نے ابو رافع کو قلعے میں اس کے اپنے کمرے میں جا لیا اور قتل کر ڈالا۔ پھر واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری سنائی۔ اس کارروائی میں حضرت عبداللہؓ بن عتیک کی پنڈلی کی ہڈی سیڑھی سے گرنے کی وجہ سے ٹوٹ گئی تھی (دوسری روایت میں پاؤں کے جوڑ کے کھلنے کا ذکر ہے)، لیکن آپؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے ابو رافع کے مرنے کا اعلان سن لیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میں نے

اسے قتل کر ڈالا ہے تو بے انتہاء خوشی کی وجہ سے مجھے اپنے پاؤں کی تکلیف کا احساس نہیں رہا۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاؤں پہ ہاتھ پھیرا تو وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

(صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب قتل أبي رافع)

عصماء بنت مروان یہودیہ کا قتل

عصماء بنت مروان ایک یہودی عورت تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچاتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے ہنوز واپس نہ آئے تھے کہ اس نے دوبارہ اسی طرح کے اشعار کہے۔ اس پر ایک نابینا صحابی حضرت عمیرؓ بن عدی سے رہا نہ گیا اور انہوں نے منت مانی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدر سے واپس آجانے پر اسے ضرور قتل کریں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے کامیاب لوٹے تو ایک رات حضرت عمیرؓ تلوار لے کر روانہ ہوئے اور اس کے گھر میں جا داخل ہوئے۔ چونکہ نابینا تھے تو ہاتھ سے ٹٹول کر اس کے اردگرد سے بچوں کو ہٹایا اور اس کے سینے پر تلوار رکھ کر اسے اس زور سے دبایا کہ پار ہو گئی۔ یوں اس گستاخ عورت کا کام تمام کر دیا۔ صبح انہوںؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمیرؓ سے پوچھا کہ: کیا بنتِ مروان کو تم نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! پھر حضرت عمیرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجھ سے اس بارے میں کوئی مواخذہ تو نہ ہوگا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اور پھر فرمایا:

"لاينتطح فيها عنزان."

"اس بارے میں تو دو بھیڑیں بھی سر نہ ٹکرائیں گی"۔

یعنی یہ ایسا فعل ہے کہ اس میں اختلاف کی کوئی گنجائش ہی نہیں، جانور بھی اس کو حق سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمیرؓ سے بے حد خوش ہوئے اور صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"إذا أحببتم أن تنظروا إلىٰ رجل نصر اللّٰه ورسوله بالغيب فانظروا إلىٰ عمير بن عدي."

"اگر تم ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی غائبانہ مدد کی ہو تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو!"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعے کے بعد ان نابینا صحابیؓ کا نام "عمیر بصیر" رکھ دیا، رضي اللّٰه عنه و أرضاه!

(طبقات ابن سعد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوات اور سرایا کے لئے لشکر روانہ کرتے تھے تو صحابہؓ کو ہدایت کیا کرتے تھے کہ عورتوں پر تلوار نہ اٹھائی جائے، لیکن بارگاہِ رسالت میں گستاخی ایسا قبیح فعل ہے کہ اس کی مرتکب عورت ہی کیوں نہ ہو، اس کی سزا قتل ہوگی۔

گستاخِ رسولؐ ابوعفک کا قتل

ایک اور گستاخِ رسول ابوعفک تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں شعر کہتا تھا۔ جب اس کی دریدہ دہنی حد سے بڑھ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من لي بهذا الخبيث؟''

''کون ہے جو میری عزت وحرمت کی خاطر اس خبیث کا کام تمام کرے؟''

حضرت سالمؓ بن عمیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ انہوں نے پہلے ہی منت مانی ہوئی تھی کہ ابوعفک کو قتل کردیں گے یا خود شہید ہوجائیں گے۔ پھر ایک رات حضرت سالمؓ نے ابوعفک کا کام تمام کردیا۔

(طبقات ابن سعد)

بدر کے قیدیوں کا قتل

نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں پیش پیش تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں پہنچاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے تھے۔ غزوۂ بدر میں یہ دونوں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے۔ اُس وقت جبکہ تمام قیدیوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا گیا، ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قتل کردیا گیا۔

(سيرة النبي صلى الله عليه وسلم لإبن الهشام)

گستاخِ رسولؐ کا مسجدِ حرام میں قتل

پھر فتحِ مکہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''**لا تثريب عليكم اليوم**'' کہہ کر قریش کے لئے عفوِ عام کا اعلان کیا تو ساتھ ہی چند مجرمینِ خاص کے قتل کا حکم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم نازل فرمایا:

﴿مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلاً. سُنَّةَ اللهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيْلاً﴾ (الأحزاب: ٦١، ٦٢)

''یہ ملعون جہاں کہیں پائے جائیں، پکڑے جائیں اور ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں جیسا کہ گزشتہ مفسدین کے بارے میں اللہ کی سنت ہے۔ اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تغیر وتبدل نہ پاؤ گے''۔

ان میں سے عبدالعزیٰ بن خطل، اس کی ایک لونڈی، حویرث بن نقید اور حارث بن طلاطل بھی تھے جنہیں قتل کیا گیا۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہتے تھے اور گستاخی کرتے تھے۔ ابنِ خطل اپنے قتل کا اعلان سنتے ہی بیت اللہ کے پردوں سے لپٹ گیا۔ صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے قتل کر ڈالو (چاہے کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہو!) چنانچہ حضرت ابو برزہ اسلمیؓ اور سعدؓ بن حریث نے حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ہی اسے قتل کر ڈالا۔

(فتح الباري، كتاب المغازي، باب أين ركز النبى صلى الله عليه وسلم الراية يوم الفتح)

یہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا کردار! اگر کوئی گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سامنے آ جاتا تو حبِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور غیرتِ ایمانی کا یہی تقاضا ہوتا کہ ''جان لے لو یا جان دے دو''۔

لسان و بیان سے نصرتِ نبیؐ

ان عملی اقدامات کے ساتھ ساتھ، جب بھی مشرکین کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گستاخانہ اشعار پڑھے گئے تو انصار میں سے شاعرِ رسول حضرت حسانؓ بن ثابت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کے لئے آگے بڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے لیے خصوصی منبر نصب کروایا اور ان سے فرمایا:

''يا حسّان! أجب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، اللّٰهم أيده بروح القدس!''

''اے حسّان! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دو۔ اے اللہ! روح القدس کے ذریعے ان کی مدد فرما''۔

(صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب هجاء المشركين)

دوسری روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ منقول ہیں:

''هاجهم وجبريل معك!''

''(ان گستاخ) کافروں کی مذمت میں شعر کہو اور جبرئیل تمہارے ساتھ ہیں!''

(صحيح بخاري، كتاب الأدب، باب هجاء المشركين)

اس طرح صحابہ کرامؓ نے اپنی تلواروں کے ساتھ ساتھ اپنی زبانوں سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور دفاع کیا۔

ہمارے کرنے کے کام

آج پھر بندر وخنزیر کی اولاد، ان کافروں نے اپنے پہلوں کی پیروی میں ہمارے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے، جس سے مسلمانوں کے دل غم وھم میں گرفتار ہیں۔ ایسے میں ہر اہلِ ایمان کا ضمیر تڑپ کر یہ سوال کرتا ہے کہ میں اپنے محبوب نبیؐ کی نصرت کے لیے کیا کروں؟

۱۔ جہاد فی سبیل اللہ

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے سینوں میں موجود اس غیظ وغضب کوٹھنڈا کرنے کی راہ قتال فی سبیل اللہ کوقرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ . وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾(التوبة: ۱۳،۱۴،۱۵)

”کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر کو جلا وطن کرنے کا عزمِ مصمم کرلیا اور انہی کی طرف سے ابتداء ہوئی۔ کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ ڈرنے کے لائق تو اللہ ہے بشرطیکہ تم ایمان والے ہو۔ ان سے (خوب) جنگ کرو، اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب دے گا اور ان کو رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومنوں کے سینوں کو ٹھنڈک بخشے گا اور ان کے دلوں سے غصہ دور کرے گا اور جس پر چاہے گا رحمت کرے گا۔ اور اللہ سب کچھ جانتا اور حکمت والا ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی مضمون کو یوں ادا فرماتے ہیں:

”جاهدوا في سبيل الله فان الجهاد في سبيل الله باب من أبواب الجنة، ينجّي الله به من الهم و الغم.“

”اللہ کے راستے میں جہاد کرو، کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اس کے ذریعے اللہ غم وحزن سے نجات دیتا ہے“۔

(رواه الحاكم و صححه و وافقه الذهبي)

پس یہ ناپاک جسارتیں جہاد سے ہمارا تعلق مزید پختہ کرنے کا باعث بننی چاہیے ہیں اور ہمیں مظاہروں کے لیے سڑکوں اور چوکوں پر نکلنے کی بجائے، قتال کے لیے محاذوں کا رخ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور

بالخصوص ہمیں اپنے تیروں وتلواروں کا رخ ان ممالک کی طرف پھیرنے کی ضرورت ہے جن کی سرکاری سرپرستی میں یہ خاکے چھاپے گئے ہیں، مثلاً ڈنمارک، جرمنی، ناروے، ہالینڈ وغیرہ۔ ان صلیبی ممالک کو ایسا سبق سکھانے کی ضرورت ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں بھی تا قیامت ایسی جرأت کرنے کا نہ سوچیں۔ الحمد للہ ان ممالک کے مفادات محض ان کی اپنی سرزمین ہی میں نہیں موجود، بلکہ دنیا بھر میں، بشمول اسلامی ممالک، ایسے بے شمار اہداف ہیں جن پر ضرب لگانے سے ان ملکوں پر براہِ راست زد پڑتی ہے۔ پس اہلِ ایمان پر لازم ہے کہ وہ آگے بڑھ کر ہر ممکن طرح اپنا فرض ادا کریں!

۲۔ گستاخانِ رسولؐ کا قتل

اس وقت کرنے کا دوسرا کام، جو کہ شریعت کی روشنی میں فرض کی حیثیت رکھتا ہے، یہ ہے کہ ہر اس شخص کی گردن ماری جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہے۔

ہمارے اسلاف نے ہر دور میں محمد بن مسلمہؓ، عبداللہ بن عتیکؓ اور عمیر بن عدیؓ کی سنت کو تازہ کیا ہے۔ ماضی قریب میں ہمارے آباء واجداد نے بھی اسی کو اپنا طرزِ عمل بنایا۔ جب ۱۹۲۹ء میں راج پال نے شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی پر مبنی کتاب نشر کی تو غازی علم الدین شہیدؒ نے اسے قتل کر ڈالا۔ اس پر انگریزی عدالت نے انہیں سزائے موت سنائی اور ۱۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو انہیں شہید کر دیا گیا۔ اس موقع پر علامہ اقبالؒ نے غازی علم الدین شہیدؒ پر رشک کرتے ہوئے فرمایا: ''اسیں گلاں کردے رہے تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا'' (ہم باتیں کرتے رہ گئے اور ایک بڑھئی کا بیٹا بازی لے گیا)۔ اور حال ہی میں غازی عامر چیمہ شہیدؒ نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر اسی سنتِ صحابہؓ کو پھر زندہ کیا۔

پس اس مقام پر یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ وہ اللہ رب العالمین جسے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اتنی سی بے ادبی بھی گوارا نہیں کہ مومنین کی آوازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہوں اور اس پر اتنی سخت تنبیہ فرمائی کہ: ڈرو کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں (سورۂ حجرات)...... کیا وہ ان چوپایہ نما انسانوں کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر مسلمانوں کی یہ خاموشی قبول فرمالیں گے؟ کیا فقط جلوس نکالنا، ٹائر اور پتلے جلانا، مغربی ممالک کے جھنڈوں کو پاؤں تلے روندنا اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کے لئے کافی ہوگا؟ روزِ حشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس منہ سے جاؤ گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہوئی اور ہم انہی بے فائدہ تماشوں میں لگے رہے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھایا ہوا عمل کچھ اور تھا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غائبانہ مدد اسی طرح ہوتی ہے؟ کیا ''**من لي بهذا الخبيث**'' کی نبویؐ پکار کر کا جواب یونہی دیا جاتا ہے؟ اگر حضرت عمیرؓ نابینا ہونے کے باوجود یہودیہ

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتے ہیں تو کیا ایک ارب سے زائد تعداد میں دنیا کے شرق وغرب میں بکھری امت، مٹھی بھر گستاخوں کی گردنوں تک نہیں پہنچ سکتی؟ کیا اس امت میں کوئی نہیں جو گستاخِ رسولؐ کا سر کاٹ کر بارگاہِ نبویؐ سے ''أفلحت الوجوه''کی دعا کا مستحق بنے؟

۳۔زبان وقلم سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع

ہمارے کرنے کا تیسرا اہم کام یہ ہے کہ ہم زبان وقلم سے حرمتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کریں، اور کفار کی خباثت وبد باطنی، اور اہلِ ایمان کے قلوب میں ان کے لیے موجود بغض وعداوت اور نفرت وحقارت کا کھل کر اظہار کریں۔عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب کبھی کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات یا اشعار کہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''**قولوا لهم كما يقولون لكم.**''

''تم بھی ان کے بارے میں ویسی ہی باتیں کہو جیسی وہ تمہارے بارے میں کہتے ہیں۔''

(الطبراني، أنظر :عمدة القاري شرح صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب هجاء المشركين)

پس صحابۂ کرامؓ بالخصوص حضرت حسانؓ بن ثابت، حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور حضرت عامرؓ بن الاکوع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور کفار کی مذمت میں اشعار کہنے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس میدان میں بھی کفار کو منہ کی کھانی پڑی۔علامہ ابنِ بطالؒ کفار کی مذمت میں اشعار کہنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''**هجو الكفار من أفضل الأعمال، وكفٰى بقوله :((أللّٰهم أيده)) فضلاً و شرفًا للعمل و العامل به.**''

''کفار کی مذمت میں اشعار کہنا افضل ترین اعمال میں سے ہے، اور اس عمل اور عمل کرنے والے کی فضیلت وشرف ثابت کرنے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہی کافی ہے: اے اللہ (روحِ قدس کے ذریعے) اس کی مدد فرما!''

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري،كتاب الأدب، باب هجاء المشركين)

پس امت کے ادباء ومصنفین، شعراء ومقررین، خطباء اور داعیانِ دین پر لازم ہے کہ وہ آگے بڑھ کر اپنے زبان وقلم سے حرمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کا حق ادا کریں، اہلِ ایمان کے دلوں میں موجزن حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دلنشیں پیرایوں میں اظہار کریں، سینوں میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آگ بھڑکائیں، امت کے غافلین کو جھنجھوڑ کر اتباعِ سنت کی راہ پہ لائیں، کفارِ عصرِ حاضر کا مکروہ چہرہ پورے عالم کے سامنے بے نقاب کریں، کفر واہلِ کفر سے منسوب ہر شے کی نفرت وعداوت دلوں میں بٹھائیں، اپنے دین

وایمان پر فخر کرنے اور کفار کی ہر ادا کو حقیر جاننے کا درس دیں، جہاد فی سبیل اللہ پر ابھاریں، گستاخوں کے سر کاٹنے کی ترغیب دیں......الغرض ایک ایسی ایمانی آگ لگا دیں جو کفار کے چہار سو پھیلائے ہوئے فتنوں کو بھسم کر ڈالے، اور کوئی حجر و شجر بھی ان ناہنجاروں کو پناہ دینے پر تیار نہ ہو!

حاصلِ کلام

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کی طرف سے کئے گئے حملے کا قول وعمل سے دفاع کرنا امتِ مسلمہ پر قرض ہے۔ یہ قرض ادا کر کے ہی امتِ مسلمہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخرو ہوگی، اور یہ قرض اسی صورت میں ادا ہوگا کہ ان خبثاء کے سرتن سے جدا ہوں یا ہماری روحیں قالب سے علیحدہ۔ شیخ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ نے قائدِ جہاد کی حیثیت سے کفارِ عالم کو خبر دار کرتے ہوئے کہا ہے:

> ''تمہاری یہ تمام حرکتیں اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ تم مسلمانوں سے ان کے دین پر جنگ جاری رکھنا چاہتے ہو اور یہ جاننا چاہتے ہو کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اپنی جان و مال سے زیادہ محبوب ہیں یا نہیں؟ پس اب تم ہمارا جواب سنو گے نہیں بلکہ دیکھو گے! اور ہم برباد ہوں اگر ہم اب بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت نہ کریں!''

(نوٹ: مضمون مکمل ہونے کے بعد اسلام آباد میں ڈنمارک کے سفارت خانے پر حملے کی خبر ملی۔ اللہ تعالیٰ اس معرکے میں شریک ابطال اور فدائی حملہ کرنے والے شہیدی جوان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنتوں میں صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مستحق بنائے۔ اس مبارک کارروائی نے امت کی پیشانی سے ذلت کا داغ دھو ڈالا، اہلِ ایمان کے سینے ٹھنڈے کیے، مسلمانانِ عالم اور بالخصوص مسلمانانِ پاکستان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخرو کیا۔ اللہ ہمیں بھی اس شہید کی اتباع کرنے اور گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مزید قہر بن کر ٹوٹنے کی توفیق دے!)

إنما يخشى الله من عباده العلماء

حکمرانوں کی قربت سے بچو!

امام حافظ جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ)

مترجم: مولانا مجاھد فاروقی

عرضِ مترجم

الحمد للّٰہ، والصلوٰۃ و السلام علی رسول اللّٰہ، و بعد:

علمائے دین انبیاءعلیہم السلام کے وارث ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ شریعت کے امین، علومِ دینیہ کے محافظ، اہلِ اسلام کے ہادی و رہنما اور امتِ مسلمہ کے سروں کے تاج ہیں۔ امام ترمذیؒ کی روایت کردہ صحیح حدیث کے مطابق عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہی ہے جیسی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کسی ادنیٰ صحابی پر حاصل ہے۔ اور آپؒ ہی کی روایت کردہ ایک اور صحیح حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ دوسروں کو علمِ دین سکھانے والے پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے، آسمانوں والے، زمین والے، یہاں تک کہ بلوں میں موجود چیونٹیاں اور پانی میں پائی جانے والی مچھلیاں......سب درود بھیجتے ہیں۔ علمائے کرام کے ان عظیم الشان فضائل سے احادیثِ نبویہ کا ذخیرہ بھرا پڑا ہے، لیکن کوئی بھی عالم ان فضائل کا مستحق اسی وقت تک رہتا ہے جب تک وہ حق گوئی کا فریضہ ادا کرتا رہے، احکاماتِ الٰہی کھول کھول کر بیان کرے اور اس معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کھائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مساجد کی آبادکاری پر مامور افراد کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

﴿اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ وَ لَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُہۡتَدِیۡنَ﴾ (التوبۃ: ۱۸)

''اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا تو بس انہی لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نماز کی پابندی کرتے ہوں، زکوۃ ادا کرتے ہوں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں۔ توقع ہے کہ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

جس عالم میں یہ صفات نہ پائی جاتی ہوں، جو اللہ کے سوا دوسروں سے بھی ڈرتا ہو، جسے دنیاوی لالچ دے کر خریدا جاسکے، جو احکاماتِ الٰہی کو پوری صراحت سے بیان کرنے کی بجائے انہیں چھپائے، یا اس سے بھی

آگے بڑھ کر احکاماتِ شریعت کو اپنی یا حکامِ وقت کی خواہشات کے مطابق مسخ کرے......وہ یقیناً درج بالا فضائل میں سے کسی کا بھی مستحق نہیں۔ایسے علمائے سوء کے بارے میں تو کتابُ اللہ یہ دل دہلا دینے والی وعید سناتی ہے کہ:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ وَ یَشْتَرُوْنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلاً اُولٰٓئِکَ مَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ لَا یُزَکِّیْھِمْ وَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ o اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالْھُدٰی وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَۃِ فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَی النَّارِ ﴾(البقرۃ:۱۷۴۔۱۷۵)

''بلاشبہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے معاوضے میں متاعِ قلیل وصول کرتے ہیں، کچھ شک نہیں کہ وہ اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں۔قیامت کے دن اللہ ان سے بات بھی نہ کرے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔یہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی اختیار کی اور مغفرت چھوڑ کر عذاب کو چن لیا،سو کتنے باہمت ہیں (کہ) آگ کا عذاب سہنے کے لیے (تیار ہیں)!''

آخری زمانے کے علمائے سوء کے حوالے سے تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی لرزا دینے والی پیشین گوئیاں کی ہیں، جنہیں پڑھ کر ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔امام ترمذیؒ ''نوادر الأصول'' میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یکون في أمتي فزعة فیصیر الناس إلی علمائھم فإذا ھم قردة و خنازیر.''

''میری امت میں ایک دہشت ناک واقعہ ہو گا، پس جب لوگ (گھبرا کر) اپنے علماء کی طرف پلٹیں گے تو دیکھیں گے کہ وہ بندر اور خنزیر (بن چکے) ہوں گے۔''

تفسیر ''الدر المنثور في التأویل بالمأثور'' میں ابن ابی الدنیاؒ کی یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ مالک بن دینارؒ نے فرمایا:

''بلغني أن ریحاً تکون في آخر الزمان و ظلمة فیفزع الناس إلی علمائھم فیجدونھم قد مسخوا.''

''مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ آخری زمانے میں ایک ہوا چلے گی اور اندھیرا چھا جائے گا۔پس جب لوگ گھبرا کر اپنے علماء کے پاس پہنچیں گے تو انہیں مسخ شدہ حالت میں پائیں گے۔''

نیز بعض احادیث میں بعد کے زمانوں کے ان علماء کا بھی تذکرہ ہے جو اس امت کو جہاد فی سبیل اللہ سے روکیں گے اور کہیں گے کہ جہاد کا دور گزر چکا......اب تو سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے، تہذیب وتمدن کا دور ہے، جدید ذرائع ابلاغ کا دور ہے۔ ایسے میں قتل وقتال کی بات کرنا، گردنیں مارنے اور پور پور پر ضرب لگانے کا تذکرہ چھیڑنا، غنیمت چھیننے اور ذمی بنانے کے عزائم رکھنا، قیدی پکڑنے اور غلام ولونڈیاں بنانے کے احکامات یاددلانا کیونکر مناسب ہوسکتا ہے؟ چنانچہ ابنِ حمادؒ اپنی کتاب ''**السنن الواردة في الفتن**'' میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا يزال الجهاد حلوًا خضرًا ما قطر القطر من السمآء، و سيأتي على الناس زمان يقول فيه قراء منهم ليس هذا زمان الجهاد، فمن أدرک ذلک الزمان فنعم زمان الجهاد. قالوا: يا رسول اللّٰه! و أحد يقول ذلک؟ قال: نعم، من عليه لعنة اللّٰه و الملائكة و الناس أجمعين.''

''جب تک آسمان سے بارش کے قطرے برستے رہیں گے جہاد ہمیشہ یونہی تروتازہ رہے گا۔ اور لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جب ان کے علماء کہیں گے کہ یہ زمانہ جہاد کا زمانہ نہیں ہے۔ پس جو یہ زمانہ پائے، تو جہاد کرنے کے لیے یہ کیا ہی خوب زمانہ ہوگا! لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا کوئی ایسا بھی کہہ سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! وہ جس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو!''

جبکہ کنز العمال کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

''......أولئک هم وقود النار.''

''......یہی لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے۔''

پس جس طرح شریعتِ مطہرہ میں ''علمائے حق'' سے متعلق غیر معمولی فضائل وارد ہوئے ہیں، اسی طرح ''علمائے سوء'' کے بارے میں انتہائی غیر معمولی وعیدیں بھی ذکر کی گئی ہیں۔ علماء کے راہِ حق سے پھسلنے اور علمائے حق کے زمرے سے نکل کر علمائے سوء کی فہرست میں داخل ہونے کا اہم ترین سبب حکمرانوں سے قربت ہے۔ جب بھی کوئی عالم حکمران طبقے سے میل جول رکھتا ہے، حاکم اور اس کے وزراء ونائبین کی مجلسوں میں بیٹھتا ہے، ان کے دسترخوانوں پر شریکِ طعام ہوتا ہے، خود چل کر ان کے دروازوں پر جاتا ہے، سرکاری تقریبات وکانفرنسوں میں شامل ہونے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے، سرکاری نوکریوں اور اعلیٰ حکومتی مناصب کے

حصول کے لیے کوشاں رہتا ہے، خود دعوت دے دے کر حکام کو اپنے مدارس و مساجد میں بلاتا ہے.....تو وہ ضرور بالضرور حق گوئی کی صفت سے محروم ہو جاتا ہے، اس کی زبان پر تالے پڑ جاتے ہیں، اس کے قلب میں حبِ مال اور حبِ جاہ جیسے مہلک امراض نہایت خاموشی سے جگہ بنا لیتے ہیں اور بہت جلد وہ اس حقیر دنیا کے عوض اللہ کی آیات بیچنے کا مکروہ کاروبار شروع کر دیتا ہے۔

حکمرانوں سے قربت کی اسی خطرناکی کے پیشِ نظر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی مختلف احادیث میں علمائے دین کو بالخصوص جبکہ تمام مسلمانوں کو بالعموم انتہائی سختی سے حکمرانوں کی قربت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں اس موضوع سے متعلقہ احادیث، اقوالِ صحابہؓ اور سیرتِ اسلاف کی بہت سی عملی مثالیں جمع کر دی گئی ہیں۔ یہ کتاب دراصل امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف "**ما رواه الأساطين في عدم المجيء إلى السلاطين**" کا اردو ترجمہ ہے۔ گو کہ اس کتاب کے مخاطب تمام ہی مسلمان ہیں، لیکن ہم اسے بالخصوص علمائے دین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان میں سے جو وارثینِ نبوت حق پر قائم ہیں ان کے قدم مزید جم جائیں اور جو راہِ حق سے ہٹ چکے ہیں، وہ اپنی حق سے دوری کا سبب جان لیں اور قہرِ الٰہی کے خوف سے، اور جنت کی طلب میں واپس صراطِ مستقیم پر لوٹنے کا فیصلہ کر لیں، خواہ انہیں اس کی کتنی ہی بھاری قیمت چکانا پڑے۔ بلاشبہ موت کے آخری غرغرے تک اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک توبہ کے دروازے کھلے ہیں!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ظالم حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق کہنے والے علماء کے درجات بلند فرمائے! اس 'جرم' کی پاداش میں شہید کیے جانے والے علماء کو شرفِ قبولیت بخشے! اسی جرم میں قید کیے جانے والے علماء کو ثابت قدمی اور جلد رہائی عطا فرمائے! علمائے دین کو آگے بڑھ کر کافروں اور ان کے آلۂ کاروں کے خلاف جاری جہاد کی قیادت سنبھالنے کی توفیق دے!

اس امت کو امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابنِ تیمیہؒ، امام عز بن عبدالسلامؒ، شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا جعفر تھانیسریؒ، شیخ عبداللہ عزامؒ، مفتی نظام الدین شامزئیؒ اور مولانا عبدالرشید غازیؒ جیسے باحمیت علماء پھر سے عطا فرمائے!

حکمرانوں کی قربت میں بیٹھے ہوئے یا جہاد کی مخالفت میں ڈٹے ہوئے علماء کو اپنے مؤقف سے رجوع کرنے اور حق کی طرف لوٹنے کی توفیق دے! انہیں حق دکھلائے اور اس کی حمایت میں ڈٹ جانے کی توفیق دے! اور ان کے قلوب کو علم و عمل کی روشنی سے منور فرما دے! آمین۔

و صلى الله على نبينا محمد و على آله و صحبه و سلم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

یہ اس امت کے عالی شان اسلاف کی بیان کردہ وہ روایات ہیں جن میں حکمرانوں کی قربت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے:

امام ابوداوُدؒ، امام نسائیؒ، امام ترمذیؒ اور امام بیہقیؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من سکن البادیة جفا، ومن اتبع الصید غفل، ومن أتی أبواب السلاطین افتتن''

''جو شخص جنگل (یا صحرا) میں رہے گا اس کا دل سخت ہو جائے گا۔ اور جو شکار کے پیچھے بھاگے گا وہ (دین کے کاموں سے) غافل ہو جائے گا۔ اور جو حکام کے در پہ حاضر ہوگا وہ فتنے میں مبتلا ہو جائے گا۔'' امام ترمذیؒ نے اسے حسن حدیث قرار دیا ہے۔

امام ابوداوُدؒ اور امام بیہقیؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من بدا فقد جفا، ومن اتبع الصید غفل، ومن أتی أبواب السلاطین افتتن، وما ازداد عبد من السلطان دنوا إلا ازداد من اللّٰہ بعدا''

''جو شخص جنگل میں رہے گا اس کا دل سخت ہو جائے گا۔ اور جو شکار کے پیچھے بھاگے گا وہ غافل ہو جائے گا۔ اور جو بادشاہوں کے دروازوں پر جائے گا وہ فتنے میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور جتنا کوئی شخص حاکم کا قرب اختیار کرے گا اتنا ہی وہ اللہ سے دور ہوتا جائے گا''۔

امام بیہقیؒ صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من بدا جفا، ومن اتبع الصید غفل، ومن أتی أبواب السلطان افتتن، وما ازداد احد من السلطان قرباً إلا ازداد من اللّٰہ بعدا''

''جو شخص جنگل میں رہے گا اس کا دل سخت ہو جائے گا۔ اور جو شکار کے پیچھے بھاگے گا وہ غافل ہو جائے گا۔ اور جو حاکم کے در پہ جائے گا وہ فتنے میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور جتنا کوئی شخص حاکم کا قرب اختیار کرے گا اتنا ہی وہ اللہ سے دور ہوتا جائے گا''۔ یہ حدیث امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اپنی مُسند میں روایت کی ہے۔

امام ابن عدیؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن في جهنم وادياً تستعيذ منه كل يوم سبعين مرة، أعده الله للقراء المرائين في أعمالهم وإن أبغض الخلق إلى الله عالم السلطان''

''جہنم میں ایک وادی ہے جس سے جہنم ہر روز ستر مرتبہ پناہ طلب کرتی ہے، اللہ نے اسے ریا کاری کرنے والے قاریوں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ اور اللہ کے نزدیک مبغوض ترین مخلوق حاکم کا (درباری) عالم ہے''۔

حافظ ابوفتیان دہستانیؒ نے اپنی کتاب ''التحذير من علماء السوء'' میں، امام رافعیؒ نے ''تاریخِ قزوین'' میں، اور امام ابنِ لالؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن أبغض الخلق إلى الله تعالىٰ العالم يزور العمال''

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ترین مخلوق وہ عالم ہے جو عاملوں (سرکاری اہلکاروں) سے میل جول رکھتا ہے''۔

جبکہ حافظ ابوفتیانؒ کے الفاظ یہ ہیں کہ:

''إن أهون الخلق على الله العالم يزور العمال''

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیر ترین مخلوق وہ عالم ہے جو عاملوں سے میل جول رکھتا ہے''۔

امام ابنِ ماجہؒ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن أبغض القراء إلى الله تعالىٰ الذين يزورون الأمراء''

''یقیناً اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین قاری وہ ہیں جو امراء سے میل جول رکھتے ہیں''۔

امام دیلمیؒ ''مسند الفردوس'' میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إذا رأيت العالم يخالط السلطان مخالطة كثيرة فاعلم أنه لص''

''اگر تم کسی عالم کو حاکم سے بہت زیادہ میل ملاپ رکھتے دیکھو تو جان لو کہ وہ چور ہے''۔

امام ابنِ ماجہؒ ثقہ راویوں کی وساطت سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إن أناسًا من أمتي سيتفقهون في الدين، ويقرؤون القرآن، ويقولون نأتي الأمراء، فنصيب من دنياهم، ونعتزلهم بديننا ولا يكون ذلک كما لا يجتني من القتاد إلا الشوک، كذلک لا يجتنى من قربهم إلا الخطايا''

''میری امت میں سے کچھ لوگ دین میں تفقہ حاصل کریں گے،قرآن پڑھیں گے،اور کہیں گے کہ ہم امراء(حکام) کے ہاں جاتے ہیں تاکہ ان کی دنیا سے بھی کچھ لے لیں اور اپنے دین کو بھی بچا رکھیں،جبکہ یوں کسی طور نہ ہوگا۔جس طرح ببول کے درخت سے کانٹوں کے سوا کچھ نہیں ملتا،اسی طرح ان امراء کی قربت سے بھی خطاؤں کے سوا کچھ نہیں ہاتھ آتا''۔

امام طبرانیؒ نے ''الأوسط'' میں ثقہ راویوں کی وساطت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اہلِ بیت میں سے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔تیسری مرتبہ پوچھنے پر فرمایا:

''نعم، مالم تقم على باب سدة أو تأتي أميراً فتسأله''

''ہاں (تم اہلِ بیت میں سے ہو) جب تک کہ تم ''سُدَّۃ'' پر نہ کھڑے ہو، یا کسی امیر کے پاس جا کر اس سے سوال نہ کرو''۔

حافظ منذریؒ ''الترغیب والترہیب'' میں لکھتے ہیں کہ:''یہاں سدۃ سے مراد بادشاہ اور ایسے ہی دیگر لوگوں کا در ہے۔''

امام ترمذیؒ،امام نسائیؒ اور امام حاکمؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سيكون بعدي أمراء، فمن دخل عليهم فصدقهم بكذبهم، وأعانهم على ظلمهم، فليس مني، ولست منه، وليس بوارد على الحوض، ومن لم يدخل عليهم، ولم يعنهم على ظلمهم، ولم يصدقهم بكذبهم، فهو مني، وأنا منه، وهو وارد على الحوض''

''میرے بعد کچھ امراء (حکام) آئیں گے، پس جو شخص ان کے پاس گیا اور ان کی جھوٹی باتوں کی تصدیق کی، اور ان کے ظلم (کے کاموں) میں ان کی مدد کی تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں، اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی وہ میرے حوض (یعنی حوضِ کوثر) پر آئے گا۔اور جو شخص نہ ان کے پاس گیا، نہ ان کے ظلم میں ان کی مدد کی اور نہ ہی ان کے جھوٹ کی تصدیق کی تو وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، اور وہ میرے حوض پر آنے والا ہے''۔اس حدیث کو امام ترمذیؒ اور امام حاکمؒ نے صحیح حدیث

قرار دیا ہے۔

مسند احمدؒ، مسند ابو یعلیؒ اور صحیح ابنِ حبانؒ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تکون أمراء تغشاهم غواش و حواش من الناس''

''آئندہ ایسے امراء ہوں گے جن کے گرد حاشیہ بردار اور حاضر باش لوگ منڈلاتے رہیں گے''۔

امام احمدؒ، امام بزارؒ اور امام ابن حبانؒ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سیکون أمراء، من دخل علیهم وأعانهم علی ظلمهم، وصدقهم بکذبهم، فلیس مني ولست منه، ولن یرد علی الحوض. ومن لم یدخل علیهم، ولم یعنهم علی ظلمهم، ولم یصدقهم بکذبهم فهو مني وأنا منه وسیرد علی الحوض''

''آئندہ کچھ امراء آئیں گے؛ پس جو شخص ان کے پاس گیا اور ان کی جھوٹی باتوں کی تصدیق کی، اور ان کے ظلم (کے کاموں) میں ان کی مدد کی تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں، اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں اور وہ ہرگز حوض (یعنی حوضِ کوثر) پر نہیں آئے گا۔ اور جو شخص نہ ان کے پاس گیا، نہ ان کے ظلم میں ان کی مدد کی اور نہ ہی ان کے جھوٹ کی تصدیق کی تو وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، اور وہ حوض پر آنے والا ہے۔''

امام شیرازیؒ نے ''الألقاب'' میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إنها ستکون أمراء، فمن صدقهم بکذبهم، وأعانهم علی ظلمهم، وغشی أبوابهم، فلیس مني و لست منه، ولا یرد علی الحوض، ومن لم یصدقهم بکذبهم، ولم یعنهم علی ظلمهم، ولم یغش أبوابهم، فهو مني وسیرد علی الحوض''

''بلاشبہ آئندہ کچھ امراء آئیں گے؛ پس جو ان کے جھوٹ کو سچ مانے گا، ان کے ظلم میں ان کی اعانت کرے گا اور ان کے دروازوں پر منڈلاتا پھرے گا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں، اور نہ ہی وہ حوض پر آئے گا۔ اور جو ان کے جھوٹ کو سچ نہ مانے گا، نہ ظلم میں ان کی اعانت کرے گا اور نہ ہی ان کے دروازوں پر منڈلائے گا تو وہ مجھ سے ہے اور وہ حوض پر آئے گا''۔

امام حسن بن سفیانؒ نے اپنی ''مسند'' میں، امام حاکمؒ نے اپنی کتابِ تاریخ میں، نیز امام ابونعیمؒ، امام عقیلیؒ اور امام دیلمیؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''العلماء أمناء الرسل على عباد الله مالم يخالطوا السلطان، فإذا خالطوا السلطان فقد خانوا الرسل فاحذروهم، واعتزلوهم''

''علماء اللہ کے بندوں کے درمیان رسولوں کے (ورثے کے) امین ہوتے ہیں جب تک کہ وہ حاکم کے ساتھ نہ گھلیں ملیں۔ پس اگر وہ حاکم کے ساتھ گھلے ملے تو بلاشبہ انہوں نے رسولوں سے خیانت کی۔ تو (جو علماء ایسا کریں) تم ان سے خبردار رہنا اور ان سے بالکل علیحدہ ہو جانا''۔ امام رافعیؒ نے بھی اپنی کتابِ تاریخ میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔

امام عسکریؒ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الفقها أمناء الرسل، مالم يدخلوا في الدنيا ويتبعوا السلطان، فإذا فعلوا ذلك فاحذروهم''

''فقہاء رسولوں کے (ورثے کے) امین ہیں جب تک کہ وہ دنیا (کی آلائشوں) میں نہ گھسیں اور حاکم کے پیچھے پیچھے نہ چلیں۔ پس جب وہ ایسا کرنے لگیں تو ان سے بچو''۔

امام حاکمؒ نے اپنی کتابِ تاریخ میں اور امام دیلمیؒ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ما من عالم أتى صاحب سلطان طوعاً، إلا كان شريكه فى كل لون يعذب به فى نار جهنم''

''جو عالم بھی صاحبِ اقتدار کے پاس اپنی مرضی سے جائے گا تو وہ اسے جہنم میں دیئے جانے والے ہر قسم کے عذاب میں شریک ہوگا''۔

امام ابوالشیخؒ نے ''الثواب'' میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إذا قرأ الرجل القرآن و تفقه في الدين، ثم أتى باب السلطان، تملقاً اليه، وطمعاً لما فى يده، خاض بقدر خطاه فى نار جهنم''

''جو شخص قرآن پڑھ لے اور دین میں تفقہ حاصل کر لے، اور پھر حاکم کے در پہ اس کی خوشامد کرنے

اوراس کی دولت (بٹورنے) کی لالچ میں جائے تو وہ (اس راہ میں) جتنے قدم اٹھائے گا، اتنا ہی جہنم میں گھستا چلا جائے گا''۔

امام دیلمیؒ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یکون في آخر الزمان علماء یرغبون الناس فی الآخرة و لا یرغبون، و یزهدون الناس فی الدنیا و لا یزهدون، و ینهون عن غشیان الأمراء ولا ینتهون''

''آخری زمانے میں ایسے علماء ہوں گے جو لوگوں کو آخرت کی طرف راغب کریں گے اور خود راغب نہ ہوں گے، لوگوں کو دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم دیں گے اور خود بے رغبت نہ ہوں گے، اور امراء سے میل ملاپ رکھنے سے منع کریں گے اور خود اس سے باز نہ آئیں گے''۔

امام دیلمیؒ ہی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إن اللّٰه یحب الأمراء إذا خالطوا العلماء، ویمقت العلماء إذا خالطوا الأمراء، لأن العلماء إذا خالطوا الأمراء رغبوا في الدنیا، والأمراء إذا خالطوا العلماء رغبوا في الآخرة''

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان امراء سے محبت کرتے ہیں جو علماء سے راہ ورسم رکھتے ہیں، اور ان علماء سے نفرت کرتے ہیں جو امراء سے راہ ورسم رکھتے ہیں۔ کیونکہ علماء جب امراء سے راہ ورسم رکھتے ہیں تو وہ دنیا کی طرف راغب ہو جاتے ہیں، جبکہ امراء جب علماء سے راہ ورسم رکھتے ہیں تو وہ آخرت کی طرف راغب ہو جاتے ہیں''۔

امام ابوعمرو الدانیؒ نے ''کتاب الفتن'' میں حسن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لا تزال هذه الأمة تحت ید اللّٰه و کنفه، مالم یماري قراؤها أمرائها''

''یہ امت اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں اور اس کے سایۂ رحمت میں رہے گی جب تک کہ اس کے قاری اس کے امراء سے نہیں لپٹیں گے''۔

امام حاکمؒ نے حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أقلوا الدخول علی الأغنیاء، فإنه أجدر ألا تزدروا نعمة اللّٰه''

''مالداروں کے پاس کم جایا کرو، کیونکہ (مالداروں سے دور رہنے میں) اس بات کا زیادہ امکان

ہے کہ تم اللہ کی نعمتوں کی تحقیر نہیں کروگے''۔

حکیم ترمذیؒ نے ''نوادر الأصول'' میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اس حالت میں آئے کہ ان کے چہرے پر غم کے آثار نمایاں تھے، انہوں نے میری داڑھی پکڑ کر کہا:

''إنا للّٰه وإنا إليه راجعون أتاني جبريل آنفاً، فقال لي: إن أمتك مفتتنة بعدك بقليل من الدهر، غير كثير، قلت: و من أين ذلك!؟ قال: من قبل قرائهم وأمرائهم، يمنع الأمراء الناس حقوقهم، فلا يعطونها، وتتبع القراء أهواء الأمراء قلت: يا جبريل! فبم يسلم من يسلم منهم؟ قال: بالكف والصبر، إن أعطوا الذى لهم أخذوه وإن منعوه تركوه''

''انا للہ وانا الیہ راجعون! کچھ دیر پہلے میرے پاس جبریلؑ آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ تیری امت تیرے بعد کچھ زیادہ نہیں، بس تھوڑی ہی مدت میں فتنے میں مبتلا ہو جائے گی۔ میں نے پوچھا: وہ کس وجہ سے!؟ آپؑ نے کہا کہ ان کے علماء اور امراء کی وجہ سے۔ امراء عام لوگوں کے حقوق روکے رکھیں گے، اور (لوگوں کو ان کے حقوق) نہیں دیں گے، اور علماء امراء کی خواہشات کے پیچھے چلیں گے۔ میں نے کہا: اے جبریلؑ! جو شخص (اس فتنے سے) بچے گا وہ کس طرح بچ پائے گا؟ آپؑ نے کہا: خود کو روکے رکھنے اور صبر کرنے سے؛ اگر انہیں ان کا حق دیا جائے گا تو لے لیں گے اور اگر نہیں دیا جائے گا تو چھوڑ دیں گے''۔

امام حاکمؒ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

سيكون بعدي سلاطين، الفتن على أبوابهم كمبارك الإبل، لا يعطون أحداً شيئاً إلا أخذوا من دينه مثله''

''میرے بعد بادشاہ آئیں گے، فتنے ان کے دروازوں پر یوں (ڈیرہ جمائے) ہوں گے جیسے اونٹوں کی قیام گاہوں پر (اونٹ بیٹھے) ہوتے ہیں۔ وہ جسے بھی (دنیا کے سامان میں سے) کچھ دیں گے، اسی کے برابر اس کے دین میں سے لے بھی لیں گے''۔

امام دیلمیؒ نے حضرت ابوالاعور سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إياكم، وأبواب السلطان''

’’خبردار، بادشاہوں کے دروازوں سے دور رہنا!‘‘

امام حسن بن سفیانؒ نے اپنی ’’مسند‘‘ میں اور امام دیلمیؒ نے بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’إتقوا أبواب السلطان وحواشيها، فإن أقرب الناس منها أبعدهم من اللّٰه، ومن آثر السلطان على اللّٰه، جعل الفتنة فى قلبه ظاهرة و باطنة، وأذهب عنه الورع وتركه حيران‘‘

’’حاکم کے دروازوں اور ان کے دربانوں سے بچو، کیونکہ جو ان (دروازوں) سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور ہوتا ہے۔ اور جو کسی حاکم کو اللہ پر ترجیح دیتا ہے تو اللہ اس کے دل میں ظاہری و باطنی فتنہ ڈال دیتے ہیں، اس سے تقویٰ چھین لیتے ہیں اور اسے حیران و پریشان چھوڑ دیتے ہیں‘‘۔

امام ابنِ عساکرؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

’’سيكون قوم بعدي من أمتي، يقرؤون القرآن، ويتفقهون في الدين، يأتيهم الشيطان، فيقول: لو أتيتم السلطان، فأصلح من دنياكم، واعتزلوهم بدينكم، ولا يكون ذلک، كما لا يجتني من القتاد، إلا الشوک، كذلک لا يجتني من قربهم إلا الخطايا‘‘

’’میرے بعد میری امت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جو قرآن پڑھے گا اور دین میں تفقہ حاصل کرے گا۔ شیطان ان کے پاس آئے گا اور ان سے کہے گا کہ کیسا ہو اگر تم لوگ حاکم کے پاس جاؤ؟ وہ تمہاری دنیا کا کچھ بھلا کر دے گا اور تم لوگ اپنے دین کو اس سے بچائے رکھنا! جبکہ ایسا ہو نہیں سکتا، کیونکہ جس طرح ببول کے درخت سے کانٹوں کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوتا، اسی طرح ان کی قربت سے خطاؤں کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوتا‘‘۔

امام ہناد بن سریؒ نے ’’الزھد‘‘ میں حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’ما ازداد رجل من السلطان قرباً إلا ازداد من اللّٰه بعداً‘‘

’’جس شخص کے بھی حاکم سے قرب میں اضافہ ہوگا، اس کی اللہ سے دوری میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا‘‘۔

امام دیلمیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من تقرب من ذي سلطان ذراعاً، تباعد اللّٰه منه باعاً''

''جو شخص صاحبِ اقتدار کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے دونوں بازوؤں کے پھیلاؤ کے برابر دور ہوجاتے ہیں''۔

امام دیلمیؒ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من مشى إلى سلطان جائر طوعاً من ذات نفسه، تملّقاً إليه بلقائه، والسلام عليه، خاض نار جهنم بقدر خطاه، إلى أن يرجع من عنده إلى منزله، فإن مال إلى هواه، أو شد على عضده لم يحلل به من اللّٰه لعنة إلا كان عليه مثلها، ولم يعذب في النار بنوع من العذاب، إلا عذب بمثله''

''جو شخص ظالم حکمران کے پاس خود اپنی مرضی سے گیا، اس کی خوشامد کرنے کے لیے اس سے ملاقات کی اور اسے سلام کیا تو وہ اس راہ میں اٹھائے گئے قدموں کے بقدر جہنم میں گھستا چلا جائے گا، یہاں تک کہ وہ وہاں سے اٹھ کر واپس اپنے گھر لوٹ آئے۔ اور اگر وہ شخص حکمران کی خواہشات کی طرف مائل ہوا یا اس کا دست و بازو بنا تو جیسی لعنت اللہ کی طرف سے اس (حاکم) پر پڑے گی ویسی ہی اس پر بھی پڑے گی، اور جیسا عذاب دوزخ میں اُسے ملے گا ویسا ہی اِسے بھی ملے گا''۔

امام ابوالشیخؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من قرأ القرآن، و تفقه في الدين ثم أتى صاحب سلطان طمعاً لما في يديه، طبع اللّٰه على قلبه، وعذب كل يوم بلونين من العذاب، لم يعذب به قبل ذلک''

''جس نے قرآن پڑھا اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کی، اور پھر صاحبِ اقتدار کے پاس اس کے مال و دولت کی لالچ میں گیا تو اللہ اس کے دل پر مہر لگا دیں گے، اور (آخرت میں) اسے ہر روز دو ایسے عذاب دیئے جائیں گے جو اس سے پہلے اسے نہ دیئے گئے ہوں گے''۔

امام حاکمؒ نے اپنی کتابِ تاریخ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من قرأ القرآن و تفقه في الدين ثم أتى صاحب السلطان طمعاً لما في يديه خاض بقدر خطاه في نار جهنم''

’’جس نے قرآن پڑھا اور دین میں تفقہ حاصل کیا، اور پھر صاحبِ اقتدار کے پاس اس کے مال ودولت کی لالچ میں گیا تو وہ اپنے اٹھائے گئے قدموں کے بقدر دوزخ کی آگ میں گھستا جائے گا‘‘۔

امام بیہقیؒ نے قبیلہ **بنی سُلَیم** کے ایک فرد سے روایت کیا ہے کہ اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:

’’إیاکم و أبواب السلطان‘‘

’’خبردار، حکام کے دروازوں پہ نہ جانا!‘‘

امام دیلمیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’إیاکم و مجالسة السلطان، فإنه ذهاب الدین، وإیاکم و معونته فإنکم لا تحمدون أمره‘‘

’’خبردار! حکمران کے پاس نہ بیٹھنا، اس لیے کہ اس (کے پاس بیٹھنے) سے (تم اپنا) دین کھو بیٹھو گے۔ اور خبردار! اس کی اعانت نہ کرنا، اس لیے کہ تم اس کے حکم سے خوش نہ ہو گے‘‘۔

امام ابن ابی شیبہؒ اور امام طبرانیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’إنها ستکون أمراء تعرفون وتنکرون، فمن ناوأهم نجا، ومن اعتزلهم سلم، أو کاد، ومن خالطهم هلک‘‘

’’یقیناً آئندہ ایسے امراء ہوں گے کہ تم ان سے اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے بھی۔ تو جو ان سے دور رہا اس نے نجات پائی، اور جس نے ان سے بالکل علیحدگی اختیار کی وہ بچ گیا یا بچنے کے قریب ہو گیا، اور جس نے ان سے میل جول رکھا وہ ہلاک ہو گیا‘‘۔

امام بیہقیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’إتقوا أبواب السلطان‘‘

’’حاکم کے دروازوں (پر جانے) سے بچو‘‘۔

’’فردوس‘‘ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث نقل کی گئی ہے کہ:

’’أفضل التابعین من أمتي من لا یقرب أبواب السلاطین‘‘

’’میری امت کے افضل ترین تابعی وہ ہیں جو حکمرانوں کے دروازوں کے قریب بھی نہیں پھٹکتے‘‘۔

امام بیہقیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''**إن علی أبواب السلطان فتناً کمبارک الإبل، لا تصیبون من دنیا هم شیئا إلا أصابوا من دینکم مثله**''

''یقیناً حکمران کے دروازوں پر فتنے یوں ڈیرے جمائے ہوتے ہیں گویا اونٹوں کی قیام گاہوں پر (اونٹ بیٹھے) ہوں۔ تم ان کی دنیا میں سے جو کچھ بھی پاؤ گے، وہ اس کے برابر تمہارے دین میں سے لے لیں گے''۔

امام دارمیؒ نے اپنی ''مسند'' میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''**من أراد أن یکرم دینه، فلا یدخل علی السلطان، ولا یخلون بالنسوان ولا یخاصمن أصحاب الأهواء**''

''جو شخص اپنے دین کی تکریم کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ حکمران کے پاس نہ جائے، نہ ہی عورتوں کے ساتھ خلوت اختیار کرے اور نہ ہی خواہشات کے پجاریوں سے بحث ومباحثہ کرے''۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتابِ تاریخ میں اور امام ابنِ سعدؒ نے ''طبقات'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''**یدخل الرجل علی السلطان ومعه دینه، فیخرج وما معه شیء**''

''آدمی حکمران کے پاس اپنے دین کے ہمراہ جاتا ہے، لیکن جب نکلتا ہے تو اس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں ہوتا''۔

امام ابنِ سعدؒ نے ''طبقات'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت سلمہ بن نبیطؒ نے بتایا کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا...... جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا، اور انہیں دیکھا اور سنا بھی تھا...... ''ابا جان! اگر آپ ان حکام کے پاس چلے جائیں تو آپ بھی ان سے کچھ پا لیں گے اور آپ کے طفیل آپ کی قوم بھی کچھ پا لے گی؟'' انہوں نے فرمایا:

''**أی بني إني أخاف أن أجلس منهم مجلساً یدخلني النار**''

''اے میرے بیٹے! میں ڈرتا ہوں کہ میں ان کے ساتھ ایسی مجلس میں بیٹھوں جو مجھے آگ میں لے جائے''۔

امام دارمیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''**من طلب العلم لأربع دخل النار؛ لیباهي به العلماء، ویماري به السفهاء، أو**

ليصرف به وجوه الناس إليه، أو يأخذ به من الأمراء"

''جس شخص نے بھی ان چار اغراض کے لیے علم حاصل کیا وہ آگ میں داخل ہوگیا: علماء کے سامنے (علمی) برتری جتانے کے لیے، بے وقوفوں کے ساتھ بحث کرنے کے لیے، لوگوں کی نظریں اپنی طرف مبذول کرانے کے لیے، یا اس (علم) کے بدلے امراء سے کچھ وصول کرنے کے لیے''۔

امام ابن ماجہؒ اور امام بیہقیؒ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لو أن أهل العلم صانعوا العلم، ووضعوه عند أهله، لسادوا به أهل زمانهم ولكنهم بذلوه لأهل الدنيالينالوا به من دنياهم، فهانوا عليهم. سمعت نبيكم صلى الله عليه و سلم يقول: ''من جعل الهم هماً واحداً هم آخرته، كفاه الله ما همه من أمر دنياه ومن تشعبت به الهموم في أحوال الدنيا لم يبال الله في أي أوديتها هلك''

''اگر اہلِ علم، علم کی قدر کرتے اور اسے اس کے اہل لوگوں کے سپرد کرتے تو وہ اپنے اہلِ زمانہ کے سردار بن جاتے۔ لیکن انہوں نے اسے اہلِ دنیا پر خرچ کیا تا کہ اس سے اپنی دنیا بنائیں تو وہ ان کی نظروں میں بھی گر گئے۔ میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: ''جس نے آخرت کے غم کو ہی اپنا واحد غم بنالیا، اللہ اس کے لیے اس کے دنیاوی غموں میں کافی ہوجائیں گے۔ اور جس کو طرح طرح کی دنیاوی فکروں نے الجھا دیا تو اللہ بھی اس کی پرواہ نہیں کریں گے کہ وہ دنیا کی کس گھاٹی میں گر کر ہلاک ہوتا ہے''۔

امام ابن ابی شیبہؒ نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ألا! لا يمشينّ رجل منكم شبراً إلى ذي سلطان''

''خبردار! تم میں سے کوئی شخص بالشت برابر بھی صاحبِ اقتدار کی طرف نہ جائے''۔

امام ابنِ ابی شیبہؒ نے اور امام ابونعیمؒ نے ''**الحلية**'' میں روایت نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا:

''إياكم ومواقف الفتن! قيل: وما مواقف الفتن؟ قال: أبواب الأمير؛ يدخل الرجل على الأمير، فيصدقه بالكذب، و يقول ما ليس فيه''

''تم لوگ فتنوں کے مقامات سے بچو!'' پوچھا گیا کہ یہ فتنوں کے مقامات کون سے ہیں؟ ''آپؓ نے فرمایا: امیر کے دروازے۔ آدمی امیر کے یہاں جاتا ہے تو اس کے جھوٹ کی تصدیق بھی کرتا ہے اور اس کی تعریف میں وہ کچھ کہہ ڈالتا ہے جو اس میں نہیں ہوتا''۔

امام ابن عساکرؒ نے حضرت امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أبعد الخلق من اللّٰہ رجل یجالس الأمراء، فما قالوا من جور صدقھم علیه"

"مخلوق میں اللہ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہے جو امراء کی مجلسوں میں بیٹھتا ہے۔ پھر وہ جو ظالمانہ باتیں بھی کہتے ہیں، ان کی تصدیق کرتا ہے"۔

امام بیہقیؒ نے حضرت وہب بن منبہؒ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عطاءؒ سے فرمایا:

"إیاک و أبواب السلطان! فإن علی أبواب السلطان فتناً کمبارک الإبل، لا تصیب من دنیاھم شیئا إلا أصابوا من دینک مثله"

"حکمران کے دروازوں پہ جانے سے بچو! اس لیے کہ حکمران کے دروازوں پر فتنے یوں ڈیرے جمائے ہوتے ہیں گویا اونٹوں کی قیام گاہوں پر (اونٹ بیٹھے) ہوں۔ تم ان کی دنیا میں سے جو کچھ بھی پاؤ گے، وہ اس کے برابر تمہارے دین میں سے لے لیں گے"۔

امام ابن ابی شیبہؒ اور امام بیہقیؒ روایت کرتے ہیں کہ سلمہ بن قیسؒ نے کہا: میں حضرت ابوذرؓ سے ملا تو انہوں نے فرمایا:

"یا سلمة بن قیس! ثلاث فاحفظھا: لا تجمع بین الضرائر فإنک لن تعدل ولو حرصت، ولا تعمل علی الصدقة، فإن صاحب الصدقة زائد و ناقص، ولا تغش ذات سلطان فإنک لا تصیب من دنیاھم شیئاً، إلا أصابوا من دینک أفضل منه"

"اے سلمہ بن قیس! تین باتیں یاد رکھنا: سوکنوں کو اکٹھا نہ کرنا، اس لیے کہ اگر تم چاہو بھی تو ان کے درمیان عدل نہیں کر سکتے۔ صدقے (کا مال جمع کرنے) کی ذمہ داری نہ قبول کرنا اس لیے کہ صدقات (جمع کرنے) والے سے (بالعموم کچھ) کمی، زیادتی ہو ہی جاتی ہے۔ اور صاحبِ اقتدار کے پاس نہ رہنا، اس لیے کہ تم ان کی دنیا سے جو بھی حاصل کرو گے وہ تمہارے دین سے اس سے زیادہ لے لیں گے"۔

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

كنتم خير أمة أخرجت للناس

تحریکِ لال مسجد

پس منظر......پیش منظر

مولانا مہدی معاویہ

۲۰۰۱ء میں امارتِ اسلامی افغانستان پر امریکی حملے اور بعدازاں نیٹو افواج کے ہمراہ افغانستان پر امریکی تسلط نے خطے پر نہایت گہرے اثرات مرتب کیے۔ پاکستان جو افغانستان کا ہمسایہ ملک تھا اور امارتِ اسلامی افغانستان کو تسلیم کرتا تھا، نے بہ یک جنبشِ قلم اپنے مؤقف کو تبدیل کیا اور افغان بھائیوں کے خلاف امریکہ کو مکمل تعاون فراہم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومتِ پاکستان نے معاشرتی تبدیلیوں کے لیے بنیادی اصلاحات کا آغاز کیا۔ جنرل پرویز کی حکومت کا ایجنڈا روشن خیالی قرار پایا۔ پاکستان جس کی بنیاد کلمۂ لا الٰہ الا اللہ بتائی گئی تھی، اب یہاں سیکولرازم کو تیزی سے پروان چڑھایا جانے لگا۔ قوانین میں ایسی تبدیلیاں لائی گئیں کہ دین اور اہلِ دین کو پسِ دیوار دھکیلا جاسکے اور خدا بیزاری، دین سے بغاوت، فحاشی وعریانی اور سرمایہ دارانہ لوٹ کھسوٹ کو تحفظ فراہم کیا جاسکے۔ اس روشن خیال ایجنڈے کے تحت مجاہدینِ اسلام، علمائے کرام اور مدارسِ دینیہ کے گرد گھیرا تنگ کیا جانے لگا۔ میڈیا کو اتنا آزاد کر دیا گیا کہ وہ کھلم کھلا دینِ اسلام کا استہزاء کرنے لگا۔ یہ سب ایسے وقت میں ہوا جب دو صوبوں میں اسلام پسندوں کی حکمرانی تھی اور قومی اسمبلی میں علماء کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہونا یقینی امر تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں علمائے کرام کی اسمبلیوں میں موجودگی کے باوجود نفاذِ اسلام کی طرف پیش رفت تو کجا، وہ حکومتِ وقت کے تخریبِ اسلام کے منصوبوں میں معمولی رکاوٹ بھی نہ بن سکے۔ فیا أسفیٰ!

اسی ماحول میں اسلام آباد کے قلب میں واقع لال مسجد سے طلبہ و طالبات کی ایک تحریک اٹھی جسے آپ ''تحریکِ شریعت'' کا نام دے سکتے ہیں۔ لال مسجد کے بارے میں یہ حقیقت کوئی راز نہیں کہ یہ مسجد ہمیشہ سے دینی تحریکات کا مرکز رہی ہے۔ تحریکِ نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)، تحریکِ ختمِ نبوت، تحریکِ تحفظِ ناموسِ رسالتؐ اور افغانستان پر امریکی تسلط کے خلاف یہ مسجد تحریک کا مرکز رہی ہے۔ اس مسجد کے منبر ومحراب سے ہمیشہ حق و صداقت کی آواز بلند ہوتی رہی ہے۔ امریکا نے افغانستان پر کروز میزائل برسا کر جارحیت کا ارتکاب کیا تو حضرت مولانا عبداللہ شہیدؒ کی زبان امریکا کے خلاف تیغِ بے نیام بن گئی اور بالآخر اسی ''جرم'' کی پاداش میں وہ شہید کر دیے گئے۔ لال مسجد خود اس وقت تحریک بنی جب قبائلی علاقوں میں حکومتِ پاکستان نے اہلِ اسلام کے خلاف

فوج کشی کی اوراس میں مجاہدینِ اسلام کا بھاری نقصان ہوا۔اس موقع پر لال مسجد کے خطیب مولانا عبدالعزیز نے فوج کے خلاف وہ مشہور فتویٰ دیا جس کی بنا پران پراور علامہ عبدالرشید غازی شہیدؒ پر بغاوت کا مقدمہ درج ہوا۔ اس دوران میں لال مسجد کے زیرِانتظام طالبات کے مدرسے''جامعہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا''میں پولیس نے دو مرتبہ داخل ہوکرنہتی باپردہ طالبات پر لاٹھی چارج کر کے درجنوں طالبات کوزخمی کیا۔اسلام آباد میں سات مساجد شہید کردی گئیں،دس مساجد کونوٹس جاری کردیے گئے اوراسّی مزید مساجداور مدارس کوانہدام کی فہرست میں شامل کرلیا گیا۔سات مساجد کی شہادت معمولی بات نہ تھی مگراس سنگین معاملے پرتقریباً ہرطرف سناٹا طاری رہا۔اسلام آباد میں معمولی احتجاج ہوااور بالآخر دم توڑ گیا۔یہ وہ حالات تھے جن کی بناء پردلِ دردمند رکھنے والے دو بھائیوں، مولانا عبدالعزیز صاحب اور علامہ عبدالرشید غازی شہید رحمہ اللہ نے نفاذِ شریعت کا قلندرانہ نعرہ بلند کیا۔مولانا عبدالعزیز کے بقول:

> ''یہ ملک اسلام کے لئے بنا تھا۔اگر یہاں اسلام نافذ ہو جاتا تو ہمارے لیے اتنے مسائل پیدا نہ ہوتے۔ چھ لاکھ سے زائد مسلمانوں نے قربانی دی......لوگوں نے اپنا گھر بار چھوڑا، اپنی زمینیں چھوڑیں، کروڑوں افراد بے گھر ہوئے......ان قربانیوں کے نتیجے میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہاں اسلام نافذ ہوتا،لیکن یہ نہیں ہوسکا۔اسلامی نظام اوراسلامی حدود نہ ہونے کی وجہ سے پورے ملک میں چوری، ڈاکے، قتل اور اجتماعی عصمت دری کے خوف ناک واقعات پیش آرہے ہیں۔رشوت ستانی عام ہے،لوگوں کوان کے حقوق نہیں مل رہے،غربت انتہا کوپہنچی ہوئی ہے۔ان سب مسائل کا حل یہی ہے کہ جس رب نے زمین بنائی ہےاس رب کا نظام یہاں نافذ کردیا جائے۔''

(ابتدائیہ کتاب''اسلامی نظام کے عملی نفاذ کے لئے ابتدائی خاکہ''۔شائع کردہ:''تحریکِ طلبہ وطالبات'')

اسلام آباد میں شہید مساجد کا معاملہ

مولانا عبدالعزیز صاحب کی جانب سے نفاذِ اسلام کے مطالبات پرمبنی بیانات ایک عرصے سے جاری تھے لیکن اس تحریک کواس وقت مہمیز ملی جب اسلام آباد میں وقفے وقفے سے سات مساجد شہید کردی گئیں۔۲۰ جنوری کومری روڈ پرواقع مسجد امیر حمزہؓ کو جب یہ کہہ کرشہید کردیا گیا کہ اس سے سڑک کی توسیع میں رکاوٹ پیش آرہی ہے،تو جامعہ حفصہ کی طالبات نے کوئی عوامی ردعمل نہ پاکر لال مسجد اور جامعہ حفصہؓ کے درمیان موجود سرکاری لائبریری پراحتجاجاً قبضہ کرلیا۔اس قبضے کے بعد اسلام آباد انتظامیہ میں کھلبلی مچ گئی۔اس موقع پر جب اسلام آباد کا اسسٹینٹ کمشنر فراست علی جامعہ حفصہؓ مذاکرات کے لئے آیا تو طالبات نے درج ذیل مطالبات حکومتِ پاکستان کے سامنے رکھے:

۱۔حکومتِ پاکستان مسجد امیر حمزہؓ سمیت گزشتہ چند سالوں میں شہید کی جانے والی تمام مساجد کوفوری طور پرتعمیر کرے، دس مساجد کے انہدام کے نوٹس واپس لے ،اسّی مساجد کی جوفہرست تیار کی جارہی ہے اسے روکے اور صدرِ پاکستان اس سنگین غلطی پر اللہ تعالیٰ سے اور پوری قوم سے معافی مانگے۔

۲۔حقوقِ نسواں بل میں شامل تمام غیر شرعی دفعات کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جائے۔

۳۔جہاد جیسے محکم اور مقدس اسلامی فریضے کے خلاف سرکاری سطح پر پروپیگنڈہ بند کیا جائے۔

۴۔پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا لہٰذا اس ملک میں فوری طور پر اسلامی نظام اور شریعت کا ہر سطح پر نفاذ کیا جائے۔

آگے چل کر یہ مطالبات محض مطالبات ہی نہ رہے بلکہ جوں جوں تحریک آگے بڑھتی گئی،طلبہ وطالبات کی یہ تحریک باقاعدہ ایک اداراتی صف بندی کی طرف پیش قدمی کرنے لگی۔

نفاذِ شریعت کا عملی خاکہ

مولانا عبدالعزیز صاحب لال مسجد کے منبر ومحراب سے ایک عرصے سے سامراجی طاغوتی نظام کے خلاف اور نفاذِ شریعت کے حق میں آواز بلند کررہے تھے۔انہوں نے اپنی تحریک کو محض شہید مساجد کی تعمیر نو تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے نفاذِ اسلام کی طرف جدوجہد کا پیش خیمہ بنادیا۔مولانا عبدالعزیز نے نفاذِ اسلام کا ایک عملی خاکہ بھی پیش کیا جس کی چند اہم شقیں درج ذیل ہیں:

نفاذِ اسلام: پورے ملک میں اسلامی نظام نافذ کردیا جائے۔

شرعی قوانین: تمام عدالتوں میں شرعی قوانین نافذ کیے جائیں۔جج حضرات کو برقرار رکھتے ہوئے انہیں ’’قضا کورس‘‘ کروایا جائے اور ان کے ساتھ جید مفتیانِ کرام کا تقرر کیا جائے۔

ظالمانہ ٹیکسوں کا خاتمہ: ہمارے ملک میں طرح طرح کے ظالمانہ ٹیکس دینے پر عوام کو مجبور کیا جاتا ہے۔ان ٹیکسوں کا فوری خاتمہ بھی ضروری ہے۔حکومت اگر سمجھتی ہے کہ ٹیکس کم کرنے سے اس کو مالی مشکلات پیش آئیں گی تو حکام کو چاہیے کہ وہ اپنی روزمرہ زندگی کو سادہ بنائیں۔غیر ضروری اخراجات اور غیر ضروری دوروں کو ختم کیا جائے۔

حدود کا اجراء: ملک میں چوری، ڈکیتی اور قتل وغارت کے واقعات انتہا کو پہنچ چکے ہیں۔اس صورتحال کے سدِباب کے لئے شرعی حدود فوری طور پر نافذ کی جائیں۔

سود کا خاتمہ: ہمارے ملک کی شرعی عدالت یہ فیصلہ دے چکی ہے کہ ملک سے سودی نظام کا خاتمہ

کیا جائے۔اس فیصلے کوعملی طور پر تسلیم کرتے ہوئے ملک کے بینکوں سے فوری سود کا خاتمہ کر دیا جائے۔

اس کے علاوہ دیگر شقوں کے عنوانات درج ذیل ہیں: منشیات کا انسداد، بے گھر لوگوں کو رہائش کی فراہمی، اہلِ صحافت کیلئے شرعی ضابطۂ اخلاق، قیدیوں کے معاملات، غیر شرعی رسومات کا انسداد، تعلیم کا فروغ، پولیس میں اصلاحات، شعبۂ احیاء السنہ کا قیام، مجلسِ فقہی کا قیام، شاہراہوں پر عوامی مراکز کا قیام، لاؤڈ اسپیکر کے غلط استعمال کی روک تھام، نماز باجماعت کی پابندی، طلبہ امن فورس کا قیام وغیرہ۔

تحریکِ طلبہ وطالبات کی ادارتی صف بندی

لال مسجد سے جاری ہونے والی اس تحریک کو مستقل بنیادوں پر آگے بڑھانے کیلئے مولانا عبدالعزیز، علامہ غازی عبدالرشیدؒ اور طلبہ وطالبات نے، اور بالخصوص تحریک کی شوریٰ میں شامل علمائے کرام نے غیر معمولی فیصلے کئے اور ایسے قابلِ ذکر خطوط استوار کئے جن پر چل کر اس تحریک کو آگے بڑھایا جاسکتا تھا۔ یہ خطوط عامۃ الناس کو مسجد اور مدرسے کے ساتھ وابستہ کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں لال مسجد کی طلبہ تحریک کے لٹریچر اور دیگر ذرائع سے جو تفصیلات سامنے آئی ہیں، وہ نہایت قابلِ غور اور دعوت وجہاد سے منسلک اہلِ دین کے لئے فکر انگیز اور قابلِ عمل ہیں۔

تفصیلات کے مطابق

☆تحریکِ لال مسجد کی باقاعدہ ایک شوریٰ تھی، جس میں جید علمائے کرام اور مفتی حضرات شامل تھے۔ تمام فیصلوں پر اسی شوریٰ کی توثیق کے بعد ہی عمل درآمد کیا جاتا۔

☆لال مسجد میں ایک دارالافتاء قائم تھا جہاں لوگوں کے استفسار پر شرعی فتویٰ جاری کیا جاتا۔

☆لوگوں کو دینی مسائل بتانے کیلئے بھی ایک شعبہ تھا۔

☆ایک شعبہ قضا کا تھا جہاں لوگوں کے نجی جھگڑوں کا فیصلہ قرآن وسنت کی روشنی میں کیا جاتا۔

☆القاسم فاؤنڈیشن کے نام سے فلاحی ادارہ تھا جس نے کمزور و بے بس اور غرباء کی فلاح کیلئے بھرپور خدمات انجام دیں۔ زلزلہ زدہ علاقے میں کروڑوں روپے کی امداد تقسیم کی۔

☆پرویزی دورِ استبداد کے تحفوں میں سے ایک تحفہ یہ بھی تھا کہ مجاہدینِ اسلام کو ان کے گھروں سے خفیہ ادارے اٹھا لیتے اور انہیں بدترین عقوبت خانوں میں ڈال دیا جاتا۔ باہر کی دنیا میں کچھ معلوم نہ ہوتا کہ ان افراد کو کہاں رکھا گیا ہے اور آیا یہ لوگ زندہ بھی ہیں کہ نہیں؟ ایسے لاپتہ افراد کی بازیابی کیلئے ''ڈیفنس کونسل آف ہیومن رائٹس'' کے نام سے تنظیم تشکیل دی اور ان کی برآمدگی کیلئے عدالتی سطح پر چارہ جوئی کا آغاز کیا گیا۔ اس کے نتیجے میں درجنوں لاپتہ مجاہدین بازیاب ہوئے۔

☆ اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کرنے کے لئے تحریک کا لٹریچر شائع کیا جاتا تھا۔

☆ اس کے علاوہ انٹرنیٹ پر ویب سائٹ بھی بنائی گئی۔

☆ ایف ایم ریڈیو کا بھی آغاز کیا گیا جس سے تحریک کے متعلق نشریات جاری کی جاتیں۔

یہ تمام ایسے امور تھے جو عام لوگوں کو علماء، مسجد اور مدرسے کے ساتھ جوڑنے میں اہم کردار ادا کرتے تھے۔ بایں ہمہ مولانا عبدالعزیز صاحب نے تحریکِ طلبہ کو عملی کام کا خاکہ بھی دیا تھا۔ اس لائحہ عمل سے جزوی اختلاف ممکن ہے، مگر یہ خاکہ مجموعی طور پر تمام دینی تحریکات کے لئے بہترین نشانِ راہ ہے۔ اس لائحہ عمل کے خدوخال کچھ یوں تھے:

☆ ہر علاقے کے طلبۂ کرام کو چاہیئے کہ وہ باہم مل کر ایک منظّم گروپ تشکیل دیں اور مقتدر علمائے کرام کی حمایت حاصل کریں جو اس تحریک کی حمایت کریں۔

☆ طلبۂ کرام ایک بیت المال قائم کریں اور عوام الناس کو دعوت دیں کہ وہ اپنے استعمال سے زائد چیزیں اور زائد از ضرورت اشیاء گھروں میں جمع رکھنے کی بجائے بیت المال میں جمع کرا دیں تا کہ ان چیزوں کو مستحق افراد تک پہنچایا جا سکے۔

☆ ہر تھانے کی حدود میں ''دارالصلح'' قائم کیا جائے۔ اس ''دارالصلح'' میں حضراتِ علمائے کرام اور دیگر منتخب معززینِ علاقہ تشریف فرما ہوں۔ دارالصلح کے قیام کے بعد لوگوں کو دعوت دی جائے کہ وہ اپنے مقدمات تھانوں میں لے جانے کی بجائے اور اپنے مسائل غیر اسلامی قوانین کے ذریعے حل کرنے کی بجائے یہاں آکر شریعت کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کریں۔

☆ ہر تھانے کی حدود میں ایک ''دارالشکایت'' قائم کیا جائے۔ لوگوں کو مطلع کیا جائے کہ اگر انہیں مثلاً تھانے والوں سے شکایات ہوں یا کوئی اور ان پر ظلم کر رہا ہو تو وہ دارالشکایت میں اپنی شکایت درج کرائیں تا کہ اس کے ازالے کی کوشش کی جائے۔

☆ طلبۂ کرام معمول بنالیں کہ چھٹی کے اوقات میں تیس چالیس افراد یا کم وبیش کی جماعت بنا کر شاہراہوں پر جا کر کھڑے ہو جائیں اور یہ طلبہ مناسب انداز میں وہاں سے گزرنے والی گاڑیوں کو روکیں اور معلوم کریں کہ ان گاڑیوں میں ٹیپ یا وی سی آر پر فحش گانے یا فلمیں تو نہیں چلائی جا رہی ہیں؟ اگر خدانخواستہ ایسا ہو تو شائستہ طریقے سے ڈرائیور کو اس سے منع کریں۔

☆ طلبۂ کرام اپنے علاقے میں موجود ویڈیو اور سی ڈیز کی دکانوں اور ہوٹل والوں کے پاس تیس چالیس افراد کی جماعت کی صورت میں جائیں۔ ان دکانداروں اور ہوٹل والوں کو سمجھائیں کہ ان کے کاروبار کی وجہ

سے پورے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہورہا ہے،نوجوانوں کے اخلاق بگڑ رہے ہیں،نوجوان بے راہ روی کا شکار ہو کر بھیانک جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں اور اپنی مسلمان ماؤں بہنوں کی عزت لوٹ رہے ہیں۔اس صورتحال کی ذمہ داری بنیادی طور پر انہی دکان داروں پر عائد ہوتی ہے جو قوم تک ایسا گندا مواد پہنچا رہے ہیں۔ایسے دکان داروں اور ہوٹل والوں سے عرض کریں کہ وہ جلد کوشش کریں کہ یہ کاروبار ختم کردیں اور اس کا متبادل تلاش کریں۔

☆ اہلِ صحافت کا معاشرے کی تعمیر وتخریب میں اہم اور مؤثر کردار رہا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ صحافی بھائیوں کو بھی شرعی تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی جائے۔

☆ طلبۂ کرام اپنے اپنے علاقے میں اگر ضرورت محسوس کریں تو گروہ بنا کر ہاتھوں میں لاٹھیاں اور سروں پر پگڑیاں باندھ کر گشت کریں تا کہ ان کے زیر اثر علاقوں میں چوری ڈاکے کا انسداد ہو۔

☆ تمام علمائے کرام اور طلبۂ کرام سے گزارش ہے کہ اگر ان کے علاقوں میں پہلے سے شرعی قاضی وغیرہ کا تقرر ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ اس امر کی جدوجہد کریں کہ شریعت کے علاوہ تمام قوانین کا خاتمہ ہو اور صرف شرعی قوانین ہی نافذ کئے جائیں۔

مولانا عبدالعزیز کا اپنے اقدامات کے بارے میں مؤقف

مولانا عبدالعزیز صاحب نے اپنی تحریک کا یوں آغاز کیوں کیا؟ انہیں کن حالات نے مجبور کیا کہ وہ احتجاجی مظاہروں اور مطالباتی قراردادوں کے علی الرغم اقدامی انداز میں اپنی جدوجہد کا آغاز کریں؟......اس سلسلے میں تحریک کے آغاز کے بعد جمعۃ المبارک کے خطاب میں آپ نے اپنے مؤقف کا کھل کر اظہار کیا۔ان کا کہنا تھا کہ:

''آج ہمیں ایک سنگین صورتحال کا سامنا ہے اور اس سنگینی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا یہ ملک جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا، چھ لاکھ مسلمانوں نے اس کے لئے اپنے لہو کی قربانی پیش کی تھی ،لاکھوں مسلمان بہنوں کی عزتیں داؤ پر لگیں ......صرف اس امید پر کہ یہاں اسلام نافذ ہوگا۔لیکن افسوس کہ آج ساٹھ سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے مگر یہاں اسلامی نظام نہ آسکا اور دن بدن مسائل جنم لیتے چلے گئے۔ان مسائل کو حل کرنے کے لئے کانفرنسوں اور قراردادوں کا راستہ اختیار کیا گیا اور ایک عرصہ تک محسوس کیا گیا کہ مسائل انہی (قراردادوں) سے حل ہو جائیں گے،لیکن گزشتہ چند سالوں سے یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ یہ کانفرنسیں مسائل کو مستقل طور پر حل کرنے کے لئے کچھ نہیں کرسکیں اور قراردادیں بھی اس سلسلے میں بے اثر ہیں۔ یہ سب کوششیں اپنی جگہ درست اور بجا سہی بلکہ اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ وہ اس پر اجر عطا کرے گا مگر یہ بات واضح ہے کہ ان اقدامات سے

حکومتوں پر کبھی کوئی قابلِ ذکر اثر نہ ہوا۔ جو علمائے کرام اسمبلیوں تک پہنچے، انہوں نے وہاں آواز بلند کی لیکن اس کا بھی کوئی اثر نہ رہا اور ہر روز نئے مسائل جنم لیتے رہے۔''

(کتابچہ تحریکِ طلبہ وطالبات)

۲۴ فروری ۲۰۰۷ء کو مختلف علاقوں سے آئے ہوئے علمائے کرام اور طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالعزیز نے کہا کہ:

''اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون نافذ کرنے کا مطالبہ ہم نے آج نہیں کیا، بلکہ گزشتہ برس ہا برس سے یہی آواز لگائی جا رہی ہے۔ حضرت والد صاحبؒ کی شہادت کے موقع پر میں نے اسی دن یہ آواز بلند کی تھی کہ: میں کسی فردِ واحد کو حضرت والد صاحبؒ کا قاتل نہیں سمجھتا بلکہ اصل قاتل وہ سامراجی نظام ہے جسے اللہ کے قانون کے مقابلے میں یہاں نافذ کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر میری جنگ ہوگی تو اس نظام کے ساتھ ہوگی...... آج جو دوست یہ الزام دے رہے ہیں کہ ایجنسیوں کے ہاتھوں میں کھیلنے لگا ہوں وہ میری سابقہ تقریریں سن لیں۔ یہ تقریریں گواہی دیں گی کہ سامراجی نظام کے خلاف میں اُسی دن سے بات کر رہا ہوں۔ افغانستان پر حملے ہوئے تب بھی میں نے یہی بات کہی، عراق کا مسئلہ پیش آیا تب بھی میں نے یہی آواز بلند کی، پاکستانی فوجیں جس وقت وزیرستان پر حملے کے لئے بڑھتی چلی جا رہی تھیں اور طالبان، القاعدہ اور باقی تمام مجاہدین سخت خطرے میں تھے، اس وقت بھی میں نے یہی بات کہی۔''

مذکورہ بالا اقتباسات اور مولانا عبدالعزیز کی جانب سے تحریک کے کارکنان کیلئے دیے گئے لائحہ عمل کو پڑھ کر یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ وہ ہماری گردنوں پر مسلط کفریہ نظام میں محض چند جزوی اصلاحات کے داعی نہیں تھے، بلکہ وہ موجودہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دینے کے حامی تھے۔ اس مؤقف کی بہت سے جید علماء نے تائید بھی کی اور مولانا کو اپنی مکمل حمایت کا یقین بھی دلایا۔ تحریک کے لٹریچر میں جن علماء کے نام بطور مؤیدین شامل کیے گئے ان میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر، شیخ المشائخ مولانا سید محمود صاحب المعروف صندل بابا جی، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب اکوڑہ خٹک، شیخ الحدیث مولانا نورالہدیٰ صاحب کراچی، حضرت مولانا عبدالکریم کلاچوی، مولانا پیر عبدالرحیم نقش بندی صاحب، مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، مولانا سیف اللہ حقانی صاحب، شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید صاحب اور کئی دیگر جید علماء ومشائخ شامل ہیں۔ یہ تمام وہ علماء ہیں جو امت کے حقیقی رہنما اور غم خوار ہیں، جو میڈیا سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ ان علمائے ربّانیین کا کردار یہ ہے کہ...... یہ جہادی تحریکوں کو مطعون نہیں کرتے بلکہ ان کی سرپرستی کرکے ان کی ہمت بندھاتے ہیں اور اپنی پرخلوص دعاؤں سے نوازتے ہیں۔

نفاذِ شریعت کا اعلان

۱۰ ربیع الاول، بمطابق ۳۰ مارچ کو لال مسجد میں نمازِ جمعہ سے پہلے مولانا عبدالعزیز نے خطاب کرتے ہوئے حکومت کو ایک ہفتے کی مہلت دی اور کہا کہ ایک ہفتے کے اندر حکومت اسلامی نظام نافذ کر دے ورنہ آئندہ جمعے کو منعقد ہونے والی نفاذِ شریعت کانفرنس میں ہم خود شریعت کے نفاذ کا اعلان کر دیں گے۔ اسی روز مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے بھی لال مسجد میں خطاب کیا اور مولانا عبدالعزیز کی مکمل حمایت کا اعلان کیا۔ ۱۷ ربیع الاول بمطابق ۶ اپریل ۲۰۰۷ء بروز جمعتہ المبارک، لال مسجد میں نفاذِ شریعت کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس موقع پر مولانا عبدالعزیز صاحب نے گزشتہ جمعے کے اعلان کے مطابق اپنے خطاب میں کہا:

''آج سے لال مسجد، جامعہ حفصہؓ اور مقبوضہ لائبریری کے احاطے میں شریعت نافذ کی جارہی ہے، اور ان شاءاللہ آنے والے دنوں میں اس کا دائرہ کار بڑھتا رہے گا......''

انہوں نے کہا کہ:

''زمین اللہ کی ہے، اس لئے اس پر اللہ ہی کا قانون نافذ ہونا چاہئے۔ جن لوگوں نے یہاں اللہ کے قانون کے خلاف حکومتیں قائم کر رکھی ہیں، انہوں نے اللہ کی ریاست میں اپنی باطل ریاست قائم کی ہوئی ہے۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ اللہ کی زمین پر اللہ کا ہی قانون ہوگا اور اسی کی ریاست ہوگی۔''

اس موقع پر انہوں نے علمائے کرام سے گزارش کرتے ہوئے کہا کہ:

''وہ پورے ملک میں نفاذِ شریعت کے لیے تحریکِ طلبہ و طالبات کا ساتھ دیں اور اپنے چھوٹوں کی سرپرستی کے لئے آگے بڑھیں۔''

(کتابچہ تحریکِ طلبہ و طالبات)

عملی اقدام اور اصلاحی کاروائیوں کا آغاز

☆ اسلام آباد میں جب مسجد امیر حمزہؓ کو شہید کیا گیا تو یہ ساتویں مسجد تھی جسے اسلام آباد انتظامیہ نے بے دردی کے ساتھ مسمار کر دیا تھا اور اس سلسلے میں علماء کے احتجاج کو کسی طور خاطر میں نہ لائے تھے۔ ہر طرح کے احتجاج ہونے کے باوجود کسی طرح کی شنوائی نہ ہونے کی وجہ سے اہلِ علاقہ، خصوصاً جامعہ حفصہؓ کی طالبات میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ طالبات نے اقدامی عمل کرتے ہوئے ۲۱ جنوری کی صبح جامعہ حفصہؓ اور لال مسجد کے درمیان واقع چلڈرن لائبریری پر قبضہ کر لیا۔ اس طرح طالبات نے حکومت کو پیغام دیا کہ وہ مساجد کو وحشیانہ انداز میں شہید کرنے کا سلسلہ ترک کر دے۔

☆ ربیع الاول کے اوائل میں لال مسجد کے طلبہ نے اسلام آباد کی مختلف مارکیٹوں میں جا کر دعوتی گشت کئے۔

وہ ویڈیو اور سی ڈیز کی دکانوں پر گئے اور دکان داروں کو سمجھایا کہ وہ معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والے کاروبار بند کردیں۔ حجاموں کی دکانوں کا بھی دورہ کیا گیا اور انہیں ترغیب دی گئی کہ وہ داڑھی مونڈنے جیسے غیر شرعی کاموں سے احتراز کریں۔

☆ ویڈیو کیسٹوں اور سی ڈیز کی دکانوں کے بعض مالکان نے مولانا عبدالعزیز صاحب کے پاس حاضر ہوکر اپنے تعاون کا یقین دلایا، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ سی ڈی فروشوں کو تنبیہ کرنے کے ساتھ ساتھ علاقے میں قائم عصمت فروشی کے اڈوں کو بھی بند کرنے کی کوشش کی جائے جو بہت بڑے پیمانے پر عوام میں بدکاری کو فروغ دے رہے ہیں۔ انہوں نے اسلام آباد میں قائم بہت سے اڈوں کی نشاندہی بھی کی۔ ایسا ہی ایک اڈہ لال مسجد کے قریب آنٹی شمیم نامی فاحشہ عورت گذشتہ دس سال سے چلا رہی تھی۔ جامعہ حفصہؓ کی طالبات آنٹی شمیم کے پاس پہنچیں اور اسے ترغیب دی کہ وہ اس گھناؤنے کاروبار سے باز آجائے لیکن وہ جواب میں دھمکیوں پر اتر آئی۔ طالبات فی الحال واپس آگئیں مگر جب یہ معلوم ہوا کہ وہ محلے والوں کو تنگ کرنے لگی ہے تو اگلے روز ۲۷ مارچ ۲۰۰۷ کو پھر طالبات آنٹی شمیم کے گھر گئیں اور اسے پھر سمجھایا، اور کہا گیا کہ اس اڈے کو فی الفور بند کردیا جائے۔ مگر وہ فاحشہ عورت نہ صرف گالم گلوچ پر اتر آئی بلکہ طالبات پر چھریوں کے وار بھی کیے جس کے نتیجے میں ایک طالبہ شدید زخمی ہوئی۔ چنانچہ مجبوراً طالبات نے اسے گاڑی میں بند کیا اور جامعہ حفصہؓ لے آئیں۔

☆ اٹک شہر میں ایک شخص کی ۸ سالہ بچی کو کچھ لوگوں نے اغواء کرکے یرغمال بنا رکھا تھا' بچی کے باپ نے لال مسجد کی شرعی عدالت میں درخواست دی کہ اس کی بچی کو بازیاب کرایا جائے۔ چنانچہ پانچ طلبہ کا ایک وفد علاقے میں گیا اور متعلقہ لوگوں سے بات چیت کرکے بچی کو بازیاب کرالیا گیا اور بعدازاں اسے جامعہ حفصہؓ میں داخل کردیا گیا۔

☆ ''چینی مساج سینٹر'' کا واقعہ مشہورِ عام ہے جس کے فوراً بعد حکومت نے جامعہ حفصہؓ کے خلاف آپریشن کیا۔ اس جگہ چینی لڑکیاں مردوں کی مالش کرتی تھیں۔ لال مسجد انتظامیہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے فحاشی کے اس مرکز کو بند کرانے کے لئے طلبہ اور طالبات کی ٹیم تشکیل دی، جس نے وہاں جاکر چھاپہ مارا اور دو چینی لڑکیوں کو اصلاحِ احوال کے لیے جامعہ حفصہؓ لے آئی۔ اس مرکز سے چند مرد بھی گرفتار ہوئے جن میں غازی عبدالرشید شہیدؒ کے بقول مجلس عمل کے ایک رکنِ اسمبلی کا بھتیجا بھی شامل تھا۔

شہادتِ حق

امر بالمعروف ونہی عن المنکر، معاشرتی برائیوں کے خلاف عملی اقدام، فحاشی سینٹر کے خلاف کارروائی، جہاد و شہادت کے نعرے، دنیا بھر کی جہادی تحریکات کی اعانت ونصرت، حقوقِ نسواں بل کی خلافِ شرع دفعات ختم کرنے کے مطالبات، سرمایہ دارانہ نظمِ اقتدار کے خلاف جدوجہد، کافرانہ ریاستی نظام کے علی الرغم ادارتی صف

بندی، اسلامی عدالتوں کا قیام اور تعزیرات کے اجراء کی کوششیں...... یہ تمام امور ایسے تھے جو حقوقِ انسانی کا کفریہ عقیدہ رکھنے والے اس طاغوتی نظام کے لیے زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ عالمی کفر کے ایجنٹ حکمرانوں نے حق وصداقت کی آواز کو دبانے کے لیے لال مسجد پر خونی آپریشن کا فیصلہ کیا اور بالآخر لال مسجد کے مجاہدین حسینی شہادتوں کو گلے لگاتے ہوئے اپنے سچے مقصد پر قربان ہو گئے۔ ''**رجال صدقوا ما عاهدوا اللّٰه عليه، فمنهم من قضٰى نحبه**'' کے مصداق انہوں نے جس بات کا دعویٰ کیا اسے سچ کر دکھایا اور شہادتِ حق کا فریضہ ادا کر گئے۔ نفاذِ شریعت، مساجد کی تعمیر اور کفریہ نظامِ اقتدار کے خاتمے پر کسی بھی طرح مصالحت سے انکار کر کے ایک ایسے لازوال کردار کی بنیاد رکھ گئے، جو کبھی ہماری تاریخ کا حصہ ہوتا تھا اور جس سے آئندہ کی تمام اسلامی تحریکیں روشنی حاصل کرتی رہیں گی۔

آئینِ جوانمرداں، حق گوئی و بے باکی

مقدمہ

درج ذیل سطور میں ہم لال مسجد سے جاری کئے جانے والے اس تاریخی فتوے کونقل کر رہے ہیں جس میں پاکستانی فوج کی ملک بھر، بالخصوص قبائلی علاقہ جات میں مجاہدین کے خلاف کارروائیوں کا شرعی حکم بیان کیا گیا ہے۔ یہ فتویٰ ۲۰۰۴ء میں وزیرستان میں پاکستانی فوج کی پہلی کارروائی کے موقع پر جاری کیا گیا تھا اور عسکری و غیر عسکری حلقوں میں بڑے پیمانے پر تقسیم ہوا تھا۔ زبان و قلم سے نصرتِ جہاد کا یہی ''جرم'' اس طاغوتی نظامِ حکومت اور ابطالِ لال مسجد کے درمیان کشمکش کا نقطۂ آغاز بنا۔ بلاشبہ یہ فتویٰ حق گوئی کا ایک ایسا نادر نمونہ تھا جس نے مصلحت کوشی کے اس دور میں جرأتِ اسلاف کی یاد تازہ کردی اور وہ علمائے حق نکھر کر امت کے سامنے آ گئے جنہیں باطل کسی بھی ترغیب و ترہیب کے ذریعے کلمۂ حق کہنے سے نہ روک پایا، اور جو فی الحقیقت اس کے مستحق ہیں کہ امت انہی کے علم و عمل پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی رہنمائی میں آگے بڑھے اور طبقۂ علماء بھی انہی کو اپنے لیے اسوہ و مقتدا جانے۔

یہ فتویٰ اس پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب ہے کہ علمائے لال مسجد حکومت و خفیہ ایجنسیوں کے اشاروں پر کھیلتے رہے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم آج اسی زمانے میں جی رہے ہیں جس کا تذکرہ احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے کہ جب: ''جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا قرار دیا جائے گا۔ خائن کو امین اور امین کو خائن بتلایا جائے گا......اور بیوقوف و حقیر لوگ عامۃ الناس کے اجتماعی امور میں (دانشور بن کر) گفتگو کریں گے''۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ یہ فتویٰ بہت سے اہلِ ایمان کی آنکھیں کھولنے اور شہدائے لال مسجد کا حقیقی مؤقف ان تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔ اللہ سے یہ بھی دعا ہے کہ جن پتھر دلوں کو عبدالرشید غازی شہیدؒ کی غیر معمولی جرأت و استقامت اور جامعہ حفصہؓ کی مجاہدہ بہنوں کا اتنا لہو بہہ جانے کے باوجود بھی شہدائے لال مسجد کے اخلاص و صداقت کا یقین نہیں آیا اور وہ اپنی بے حسی و بے عملی کا عذر پیش کرنے کے لیے ابھی تک ان شہداء

اوراسیروں کی نیتوں پر شک یا ان کے منہج پر تنقید کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں......اللہ ان کو بھی دیدۂ بینا اور قلبِ بیدار عطا فرمائے! اللہ انہیں یہ توفیق دے کہ وہ جھوٹ، تحریف، مسخِ حقائق، بے دلیل استدلال اور بلاتحقیق الزام تراشی جیسے غیر شرعی، غیر اخلاقی و غیر علمی ہتھکنڈوں کے ذریعے ان شہداء پر مقدمہ چلانے سے گریز کریں جواب اس دنیا میں نہیں کہ وہ اس جھوٹی مہم کی قلعی کھول کر اپنا دفاع کرسکیں۔ وہ تو ان شاء اللہ اپنے رب کے پاس ''**في مقعد صدق عند مليک مقتدر**'' شاداں وفرحاں ہیں، جب کہ ہماری اور ان تنقید کرنے والوں کی اخروی فلاح کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی......اللہ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور ہمیں زندگی بھر حق کو حق دیکھنے، اسے دل سے قبول کرنے اور اس پر جم کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین! ہم ایسے ناقدین کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ اگر وہ واقعی حق پرست ہیں تو درج ذیل شرعی فتوے کے مضمون سے اتفاق کا اعلانیہ اظہار اسی زور وشور سے کر کے دکھائیں جس زور وشور سے وہ لال مسجد اور اس کے منہجِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اس کے اسلوبِ دعوت و جہاد کی لسان و قلم سے مخالفت کر رہے ہیں۔ (مدیر)

استفتاء

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظّام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ کے شدید دباؤ کی وجہ سے پاکستان کے فوجی وانا (وزیرستان) میں مجاہدین اور دیگر عوام کے خلاف دہشت گردی ختم کرنے کے نام پر آپریشن کر رہے ہیں اور مزاحمت کرنے والے معصوم مسلمانوں کو گرفتار اور قتل کر رہے ہیں۔ دریں حالات علمائے کرام درج ذیل سوالات کے جوابات قرآن وسنت کی روشنی میں عنایت فرمائیں:

سوال نمبر۱:

یہ کہ پاکستانی افواج کا اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف کارروائی کر کے ان کو گرفتار کرنا یا ان کو قتل کرنا یا کرانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر۲:

کیا حاکمِ وقت اگر کسی بے گناہ کے قتل یا گرفتار کرنے کا حکم اپنی رعایا یا اپنی فوج کو دے تو کیا اس حکم کی تعمیل ضروری ہے یا نہیں؟ کیا ایسی صورت میں پاکستانی فوج کے لئے اس قسم کی کارروائیوں میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

سوال نمبر۳:

مذکورہ صورت میں جوفوجی آپریشن میں شریک ہیں توان کی موت کیسی موت ہے؟ آیا شہید ہیں یا حرام موت مارے جائیں گے؟ایسی موت کی صورت میں ان کا نماز جنازہ پڑھانا یااس میں شریک ہونا جائز ہے یانہیں؟

سوال نمبر۴:

ان مجاہدین اور دیگر معصوم مسلمانوں ،جن پر جنگ زبردستی مسلط کی گئی ہے،ان کے مارے جانے کا کیاحکم ہے؟

منجانب: کرنل (ریٹائرڈ) محمودالحسن

فتویٰ

الجواب باسم ملهم الصواب:

(۱) موجودہ حالات میں پاکستانی فوج کا وانا (وزیرستان) میں مجاہدین اوران کے حامی مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی ختم کرنے کے نام پر کارروائی کر کے ان کو گرفتار کرنا یاان کوقتل کرنا،کرانا قرآن وسنت کی صریح نصوص کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناجائزوحرام اورسخت گناہ ہے۔خواہ یہ کارروائی امریکہ کے شدید دباؤ کی وجہ سے ہویابغیر دباؤ کے ہو؛ دونوں صورتوں میں کافروں کوخوش کرنے کے لئے مسلمانوں کے خلاف کسی قسم کی کارروائی ......خواہ وہ ان کوشہید کرنے کی صورت میں ہو یاان کوگرفتار کرکے کسی کافر کے حوالے کرنے کی صورت میں ......متعدد آیات واحادیثِ مبارکہ اورعباراتِ فقہاء کی روشنی میں ناجائز اورحرام ہے۔ان صریح آیات کے پیش نظر شریعت نے کسی مسلمان کے لئے کسی دوسرے مسلمان کے خلاف کارروائی کوناجائزقراردیاہے۔نیز اگرمسلمانوں کو یہ اندیشہ بھی ہوکہ اگرہم نے غیرمسلموں کا یہ مطالبہ نہیں مانا تو غیرمسلم خودہمیں قتل کرڈالیں گے یا کسی شدیدنقصان کے اندر مبتلا کردیں گے تب بھی ان کا یہ مطالبہ ماننا مسلمانوں کے لئے جائزنہیں۔

(۲) حاکمِ وقت کے کسی ایسے حکم کو ماننا اوراس کی اطاعت کرنا جوشریعت کے خلاف ہو ہرگز جائزنہیں، حرام ہے۔لہٰذا حاکمِ وقت اگرکسی بے گناہ کے قتل یا گرفتار کرنے کا اپنی رعایا یااپنی فوج کوحکم دے تو اس حکم کی تعمیل ہرگز جائزنہیں۔ وانا میں مسلمانوں کے خلاف حکومتی کارروائی چونکہ شریعت کے خلاف ہے،اس لئے

فوج کے لئے اس کارروائی میں شریک ہونا جائز نہیں۔لہٰذا مسلمان فوجیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف اس قسم کی کسی بھی کارروائی میں شریک ہونے سے انکار کردیں ورنہ وہ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہوں گے۔

(۳) مذکورہ صورت میں حاکمِ وقت یا کمانڈر کے خلافِ شرع حکم پر عمل کرتے ہوئے جوفوجی اس کارروائی میں شریک ہوگا تو وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا اوراگراس کی موت واقع ہوجائے تو وہ ہرگز شہید نہیں کہلائے گا۔ جہاں تک ایسے لوگوں کی موت واقع ہونے کی صورت میں نمازِ جنازہ پڑھانے اوراس میں لوگوں کے شریک ہونے کا تعلق ہے تو ایک مسلمان کی غیرت،حمیت اور دینی جذبے کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ میں بھی کوئی شریک نہ ہواور نہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھانے کیلئے کوئی آگے ہو۔

(۴) ایسے تمام افراد جوان ظالمانہ فوجی کارروائیوں میں مارے جائیں،چونکہ شرعاً وہ معصوم اور بے گناہ ہیں لہٰذا شرعاً وہ شہید ہوں گے۔

شرعی دلائل

آیاتِ قرآنی

﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴾(النساء:۹۳)

(رہا وہ شخص جوکسی مومن کو جان بوجھ کرقتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔اس پر اللہ کا غضب اوراس کی لعنت ہے اوراللہ نے اس کے لئے سخت عذاب مہیا کررکھا ہے)

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ﴾(الممتحنة:۱)

(اے لوگوجوایمان لائے ہو!تم میرے اوراپنے دشمنوں کودوست نہ بناؤ،تم ان کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو،حالانکہ جوحق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کرچکے ہیں)

﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا. الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴾(النساء:۱۳۸،۱۳۹)

(اور جو منافق اہلِ ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق بناتے ہیں انہیں یہ مژدہ سنادو کہ ان کے لئے دردناک سزا تیار ہے۔کیا یہ لوگ عزت کی طلب میں ان کے پاس جاتے ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لئے ہے)

احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

عن البراءؓ بن عازب أن النبیﷺ قال:"لزوال الدنيا وما فيها أهون عند اللّٰه تعالٰى من قتل مؤمن، ولو أن أهل السّمٰوٰت وأهل الأرض اشتركوا في دم مؤمن لأدخلهم اللّٰه تعالٰى النار." (روح المعاني، جلد:۳، ص:۱۱۶)

(حدیث میں حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ نبیؐ کریم ﷺ نے فرمایا:''دنیا و مافیہا کا تباہ ہوجانا اللہ تعالٰی کے نزدیک ایک مومن کے قتل کئے جانے سے زیادہ ہلکی بات ہے۔ اگر آسمانوں اور زمین والے سب ایک مومن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالٰی ان سب کو جہنم میں پھینک دے گا۔'')

عن ابن عمرؓ أن رسول اللّٰه ﷺ قال:"المسلم أخو المسلم، لا يظلمه ولا يسلمه (إلى عدوه) إلخ..." (متفق عليه، رياض الصالحين:۱۰۸)

(حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ وہ اسے (اس کے دشمن کے) حوالے کرتا ہے......'')

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللّٰه ﷺ:"السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره حق مالم يؤمر بمعصية، فان أمر بمعصية فلا سمع و لا طاعة." (بخاري، جلد:۱،ص:۴۱۵)

(حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مسلمان کے لئے امیر کی بات سننا اور ماننا ضروری ہے خواہ اس کی بات اسے پسند ہو یا ناپسند ہو، بشرطیکہ وہ کسی نافرمانی کا حکم نہ دے۔ پس اگر وہ معصیت کا حکم دے تو نہ بات سنی جائے، نہ مانی۔'')

اقوالِ فقہاء

وفي أحكام القرآن للجصاص (۴۰۶/۲): "وهذا يدل على أنه غير جائز للمؤمنين الإستنصار بالكفار على غيرهم من الكفار إذ كانوا متى غلبوا كان حكم الكفر هو الغالب."

(امام جصاصؒ "أحكام القرآن" میں لکھتے ہیں: "یہ بات دلالت کرتی ہے کہ مومنوں کے لئے کافر دشمنوں کے مقابلے میں دیگر کافروں کی مدد طلب کرنا ایسی حالت میں جائز نہیں جب (یہ معلوم ہو کہ) فتح یاب ہونے کی صورت میں کافروں کی حکومت غالب آجائے گی۔")

وفي شرح السير جلد:۳، ص: ۲۴۲: "وإن قالوا لهم قاتلوا معنا المسلمين وإلا قتلناكم لم يسعهم القتال مع المسلمين لأن ذلک حرام لعينه، فلا يجوز الاقدام عليه بسبب تحديد بالقتل، كما لو قال له أقتل هذا المسلم وإلا قتلتک."

("شرح السیر" میں عبارت اس طرح ہے: "جب کفار کہیں کہ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں سے لڑو ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے، تو مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ کفار سے مل کر مسلمانوں کو قتل کریں، اس لئے کہ یہ حرام لعینہ (بالذات حرام) ہے۔ چنانچہ قتل کی دھمکی کے باوجود اس قسم کا اقدام حرام ہے...... بالکل اسی طرح جیسے یہ جائز نہیں کہ اگر کسی مسلمان فرد کو دھمکی دی جائے کہ فلاں مسلمان کو قتل کر و ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا، اور وہ عملاً ایسا کر گزرے۔")

"وكذٰلک من ......عدا على قوم ظلماً فقتلوه لا يكون شهيداً لأنه ظلم نفسه." (بدائع، جلد: ۲، ص: ۲٦)

("اسی طرح......وہ شخص جس نے کسی گروہ کے خلاف ظالمانہ طور پر چڑھائی کی اور ان لوگوں نے اس (حملہ آور) شخص کو قتل کر ڈالا تو وہ (مقتول) شہید نہیں کہلائے گا کیونکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے مرا۔")

"ومن قتل مدافعاً عن نفسه أوماله أوعن المسلمين أو أهل الذمة بأىّ آلة قتل، بحديد أوحجر أو خشب فهو شهيد، كذا فى محيط السرخسي." (هندية، جلد:۱، ص: ۱٦۸)

(''جو شخص اپنی جان، مال یا دیگر مسلمانوں یا اہلِ ذمہ کا دفاع کرتے ہوئے قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے، خواہ وہ کسی بھی آلۂ قتل......لوہے پتھر، لکڑی وغیرہ...... سے قتل ہوا ہو۔'')

واللّٰہ أعلم بالصواب.

عبدالدیان عفا اللّٰہ عنہ

دارالافتاء، مرکزی جامع لال مسجد (اسلام آباد)

تصدیقات

اس فتوے پر پاکستان بھر کے مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے ۵۰۰ سے زائد مفتیانِ عظّام، علمائے کرام اور شیوخ الحدیث کے دستخط ثبت ہیں۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے صرف چند علماء کے نام ذیل میں دیئے جا رہے ہیں:

(۱) مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، شیخ الحدیث جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۲) مولانا ظہور الحق صاحب، مدیر دار العلوم معارف القرآن، مدنی مسجد، حسن ابدال۔

(۳) مولانا عبدالسلام صاحب، شیخ الحدیث اشاعت القرآن، حضرو، اٹک۔

(۴) قاری چمن محمد، مدرس اشاعت القرآن، حضرو۔

(۵) مفتی سیف اللہ حقانی صاحب، رئیس دار الافتاء دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ۔

(۶) مولانا عبدالرحیم صاحب، خطیب جامع مسجد ۳۳، جنوبی سرگودھا۔

(۷) فتح محمد صاحب، مدیر جامعہ صدیقیہ، واہ کینٹ۔

(۸) مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب، مہتمم جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۹) مفتی حمید اللہ جان صاحب، جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

(۱۰) مفتی شیر محمد صاحب۔

(۱۱) مفتی زکریا صاحب، دار الافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور۔

(۱۲) مولانا محمد اسحاق صاحب، مہتمم مدرسہ تدریس القرآن و خطیب مرکزی جامع لالہ رخ، واہ کینٹ۔

(۱۳) مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، مہتمم جامعہ ابو ہریرۃؓ زڑہ میانہ، نوشہرہ۔

(۱۴) مفتی حبیب اللہ صاحب، دارالافتاء والارشاد ناظم آباد، کراچی۔

(۱۵) مولانا محمد صدیق صاحب، مہتمم جامعہ تعلیم القرآن مدنی مسجد، لائق علی چوک، واہ کینٹ۔

(۱۶) مولانا عبدالمعبود صاحب، جامع مسجد پھولوں والی، رحمٰن پورہ، راولپنڈی۔

(۱۷) قاری سعید الرحمٰن صاحب، مدیر جامعہ اسلامیہ صدر، راولپنڈی۔

(۱۸) قاضی عبدالرشید صاحب، مہتمم دارالعلوم جامعہ فاروقیہ، دھمیال کیمپ، راولپنڈی۔

(۱۹) مولانا محمد صدیق اخونزادہ صاحب، ایم این اے۔

(۲۰) مفتی ریاض احمد صاحب، دارالافتاء دارالعلوم تعلیم القرآن، راجہ بازار، راولپنڈی۔

(۲۱) مولانا محمد عبدالکریم صاحب، مدیر جامعہ قاسمیہ ایف سیون فور، اسلام آباد۔

(۲۲) مفتی محمد اسماعیل طورو صاحب، دارالافتاء جامعہ اسلامیہ، صدر، راولپنڈی۔

(۲۳) مولانا محمد شریف ہزاروی صاحب، خطیب جامع مسجد دارالسلام، جی سکس ٹو، اسلام آباد۔

(۲۴) مولانا فیض الرحمٰن عثمانی صاحب، رئیس ادارۂ علوم اسلامیہ، سترہ میل، بہارہ کہو، اسلام آباد۔

(۲۵) مولانا عبداللہ حقانی صاحب، شیخ الحدیث مدرسہ و جامعہ خدیجۃ الکبریٰؓ، اسلام آباد۔

(۲۶) مولانا محمود الحسن طیب صاحب، مفتی مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ۔

(۲۷) مولانا محمد بشیر سیالکوٹی صاحب، مدیر معهد اللغة العربية ومدیر بیت العلم، اسلام آباد۔

(۲۸) مولانا وحید قاسمی صاحب، جنرل سیکرٹری عالمی مجلس ختم نبوت و مدیر مدرسہ فاروقیہ، اسلام آباد۔

(۲۹) مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب، شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک، نوشہرہ۔

(۳۰) مولانا مفتی مختار الدین صاحب، کربوغہ شریف، خلیفۂ مجاز شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی۔

(۳۱) مولانا فضل محمد صاحب، استاد الحدیث جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(۳۲) مولانا سعید اللہ شاہ صاحب، استاد الحدیث۔

(۳۳) مولانا سبحان اللہ صاحب، مفتی جامعہ امداد العلوم، صدر، پشاور۔

(۳۴) مولانا محمد قاسم بن مولانا محمد امیر بجلی گھر، پشاور۔

(۳۵) مفتی غلام الرحمٰن صاحب، رئیس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ، صدر، پشاور۔

(۳۶) مولانا مفتی سید قمر صاحب، دارالافتاء دارالعلوم سرحد، دارالعلوم آسیا گیٹ، پشاور۔

(۳۷) مولانا محمد امین اورکزئی، شاھو وام، ہنگو۔

(۳۸) مولانا شیخ الحدیث محمد عبداللہ صاحب۔

(٣٩) مفتی دین اظہر صاحب۔

(٤٠) مولانا مفتی عبدالحمید دینپوری صاحب۔

(٤١) مفتی ابوبکر سعیدالرحمٰن صاحب۔

(٤٢) مفتی محمد شفیق عارف صاحب۔

(٤٣) مفتی انعام الحق صاحب۔

(٤٤) مفتی عبدالقادر، جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(٤٥) مولانا سید سلیمان بنوری صاحب، نائب مہتمم جامعہ بنوریؒ ٹاون، کراچی۔

(٤٦) مفتی جمال احمد صاحب، دارالعلوم فیصل آباد۔

(٤٧) مولانا محمد زاہد صاحب، جامعہ امدادیہ، فیصل آباد۔

(٤٨) پیر سیف اللہ خالد صاحب، مدیر جامعہ المنظور الاسلامیہ، لاہور۔

(٤٩) مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، مفتی جامعہ المنظور الاسلامیہ، لاہور۔

(٥٠) مولانا احمد علی صاحب، مدرسہ الحسنین، گرین ایریا، فیصل آباد۔

(٥١) مفتی محمد عیسیٰ صاحب، دارالعلوم اسلامیہ، کامران بلاک، لاہور۔

(٥٢) مولانا رشید احمد علوی صاحب، مدیر دارالعلوم اسلامیہ۔

(٥٣) قاضی حمیداللہ صاحب (ایم۔این۔اے)، مرکزی جامع مسجد شیراں والا باغ، گوجرانوالہ۔

(٥٤) مولانا فخر الدین صاحب، جامعہ اشرف العلوم، گوجرانوالہ۔

(٥٥) مفتی عبدالدیان صاحب، مفتی مرکزی جامع مسجد، اسلام آباد۔

(٥٦) مفتی محمد فاروق صاحب، رئیس دارالافتاء جامعہ فریدیہ، اسلام آباد۔

(٥٧) مولانا محمد عبدالعزیز صاحب، خطیب مرکزی جامع مسجد، اسلام آباد۔

(٥٨) مفتی سیف الدین صاحب، جامعہ محمدیہ، ایف سکس فور، اسلام آباد۔

ہمارا رب تو بس اللہ ہے!

(قائدینِ جہاد کے کلمات)

امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللّٰہ فرماتے ہیں......

اپنے دین سے پیچھے ہٹنا ہی مسلمان کے لئے حقیقی موت ہے

''ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا اعتماد، بھروسہ اور توکل ہے۔ پوری دنیا بھی ہمارے خلاف اکٹھی ہو جائے تو ہم اپنے اصولوں اور اپنے ایمان پر سودے بازی نہیں کریں گے اور ان شاء اللہ اپنی راہ سے قطعاً نہیں ہٹیں گے، کیونکہ ہم اپنے اصول اور اپنی اقدار اپنے دین سے سیکھتے ہیں اور بھلا کوئی اپنے دین پر بھی سودے بازی کر سکتا ہے؟ دین کے معاملے میں مداہنت سے کام لینا مسلمان کے لیے موت کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلمان کے لیے تو حقیقی موت یہی ہے کہ وہ اپنے دین سے پیچھے ہٹ جائے، یا اس کی ناقدری کرے، یا اس کے احکامات پر عمل چھوڑ دے۔ اس ایمانی موت کے مقابلے میں جسمانی موت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر ہم واقعتاً زندگی کے خواہش مند ہیں تو دین و ایمان سے چمٹے رہنا ہی اصل زندگی ہے۔ اور اگر یہ حقیقی زندگی قائم رکھنا ممکن نہ رہے تو پھر (اس دین کی خاطر) مر جانا ہی ہمارے لیے بہتر ہے، کیونکہ موت نے تو ویسے بھی لامحالہ آنا ہی ہے اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہیں۔ چنانچہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال کی اصلاح کرے، اپنے دینی امور کی طرف بھرپور توجہ دے اور اللہ پر اپنا ایمان مضبوط کرے۔ اسی میں اس کی دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔''

امیر الجہاد شیخ اسامہ بن محمد بن لادن حفظہ اللّٰہ فرماتے ہیں......

''عبدالرشید غازی شہیدؒ پوری امت کے امام ہیں''

''جو کوئی بھی ہمارے امام، مولانا عبدالرشید غازیؒ کی نصرت سے ہاتھ کھینچ کر بیٹھا رہا تو اس کا شمار اللہ کے یہاں بھی ''قاعدین'' (بیٹھے رہنے والوں) ہی میں ہوا۔ اور جو کوئی اس سے بھی آگے بڑھا...... پرویز کا ساتھ دیا، آپؒ کی مخالفت کی، یہ دعویٰ کیا کہ اسلام ایسے قتال کا قائل ہی نہیں، قتال

فی سبیل اللہ کی مذمت کرتے ہوئے اسے دہشت گردی قرار دیا اور یہ کہا کہ اصل رستہ تو پرامن مظاہرات اور جمہوری ذرائع کو اختیار کرنے کا رستہ ہے......تو ایسا شخص یقیناً گمراہی اور منافقت کے رستے پر ہے۔

جس طرح آج سے تقریباً دو دہائیاں قبل پاکستان کی سرزمین نے ائمہ اسلام میں سے ایک عظیم امام، بطلِ جہاد امام عبداللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت دیکھی تھی اور یہاں کی مٹی ان کے پاکیزہ خون سے سیراب ہوئی تھی، اسی طرح آج ایک مرتبہ پھر ہمیں اسی سرزمین پر ایک اور عظیم امام دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے، جو محض اہلِ پاکستان ہی کے لیے نہیں بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے لیے امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ عظیم شخصیت مولانا عبدالرشید غازی شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپؒ نے، آپؒ کے ساتھیوں اور طلباء نے اور جامعہ حفصہؓ کی طالبات نے شریعتِ اسلامیہ کے نفاذ کا مطالبہ کیا کیونکہ ہماری تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہم اللہ کے عطا کردہ دین اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں......پس انہوں نے اپنی سب سے قیمتی متاع اس راہ میں لٹا دی اور اپنا دین بچانے کی خاطر اپنی جانیں قربان کر ڈالیں۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان سب کی شہادتیں قبول فرمائے!''

اہلِ وزیرستان کا تاریخی کردار

''وزیرستان کے قبائل نے عالمی کفر......یعنی امریکہ، اس کے صلیبی صیہونی حلیفوں اور اس کے مقامی آلۂ کاروں ......کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر استقامت کے ساتھ نصرتِ جہاد میں ایک تاریخی کردار ادا کیا ہے، ایک ایسا عظیم کردار جو بڑے بڑے ممالک بھی ادا کرنے سے عاجز رہے۔ان کی اس ثابت قدمی کا اصل سبب ان کا اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان اور محض اسی پر توکل کرنا ہے۔ انہوں نے اللہ ہی کی خاطر عظیم جانی اور مالی قربانیاں دیں۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اس راہ میں جو کچھ ان سے چھن گیا اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بہت بہتر نعم البدل عطا فرمائے! بلاشبہ امتِ مسلمہ کبھی بھی اہلِ وزیرستان کا یہ عظیم کردار نہ بھلا پائے گی۔''

جہاد لہو مانگتا ہے!

''قتال فی سبیل اللہ ایک عبادت ہے اور اس عبادت کی بنیاد ہی جانیں قربان کرنے پر کھڑی ہے۔ اس راہ میں مسلمانوں کو تحفظِ دین کی خاطر اپنا خون تو پیش کرنا ہی پڑتا ہے......اس دینِ مبیں کے تحفظ کی خاطر جو ہم تک بھی تبھی پہنچ پایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت شہید

ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر زخمی ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خون سے تر ہو گیا۔ اور دنیا کے بہترین لوگوں یعنی حضرت حمزہؓ، حضرت مصعبؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ جیسی ہستیوں کے لہو بہے۔ پس یہی اصل رستہ ہے سو اس کو مضبوطی سے تھام لو۔''

اے اللہ......!

''اے اللہ! پرویز، اس کے وزراء، اس کے درباری علماء اور اس کی ناپاک فوج نے افغانستان و پاکستان میں تیرے اولیاء سے دشمنی لگائی......وزیرستان، سوات، باجوڑ اور لال مسجد میں بغض و عداوت کی ہر حد پار کر دی۔

اے اللہ! بس تو ان کی کمر توڑ ڈال! ان کی جماعت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے! ان کی وحدت پارہ پارہ کر دے!

اے اللہ! تو ان سے ان کے عزیز و اقارب چھین لے جیسے انہوں نے ہم سے ہمارے عزیز و اقارب چھینے!

اے اللہ! ہم ان کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور تجھے ان کی گردنوں پر مسلط کرتے ہیں!

اے اللہ! ان کی تدبیروں کو انہی کی تباہی کا سبب بنا دے!

اے اللہ! تو جیسے بھی چاہے ان کے مقابلے میں ہمارے لیے کافی ہو جا!

اے اللہ! تو انہیں اپنی گرفت میں لے لے، بلا شبہ یہ تجھے عاجز نہیں کر سکتے!

اے اللہ! تو ان میں سے ایک ایک کو گن لے! ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کر ڈال! ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑ!

اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے!

اللّٰھم صلی و سلم علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔''

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللّٰہ فرماتے ہیں......

جہاد میں اپنا بھرپور حصہ ڈالیے!

''ہم پر لازم ہے کہ ہم عراق، افغانستان، فلسطین، صومالیہ، شیشان، اور ان دیگر سرزمینوں پر

جاری جہاد میں شریک ہو جائیں جہاں آج صلیبی صہیونی دشمن اور امتِ مسلمہ کے مابین معرکہ بپا ہے، اور ان محاذوں پر اپنی جانوں، مالوں، مشوروں، مہارتوں، دعاؤں اور حوصلہ افزائی سے مجاہدین کی مدد کریں۔ ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ ہم اپنی سرزمینوں پر مسلط خائن حکومتوں کو بدلنے کی سنجیدہ کوشش کریں۔ اور یہ تب ہی ممکن ہوسکتا ہے جب عوام کو ان کی خیانت اور بے دینی کے بارے میں آگاہی دلائی جائے، انھیں گرانے اور ان کی جگہ اسلامی حکومت قائم کرنے کی تڑپ پیدا کی جائے، اور اس مقصد کے لئے اپنی توانائیوں کو متحد و منظّم کیا جائے۔ ہمیں نہ تو شریعتِ الٰہیہ سے منحرف ان نام نہاد جمہوری حکومتوں کے آئین وقوانین تسلیم کرنے ہیں، نہ ان کے انتخابات اور کونسلوں میں شریک ہونا ہے۔ ہمارا کام تو ان سب کو ختم کرنا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک پر فرض ہے کہ اس شیطانی اتحاد کے خلاف جہاد میں اپنا سب کچھ خرچ کرے۔ کچھ پاس نہ ہو تو کم از کم نیک دعاؤں اور جہاد و مجاہدین کے بارے میں کلمۂ خیر کہہ کر ہی اس جہاد میں اپنا حصہ ڈالیں۔''

علماء کی ذمہ داریاں

''اس نازک دور میں علماء کا بنیادی کام یہی ہے کہ وہ شریعت کے کردار کو اجاگر کریں اور وطنیت وقومیت کی بنیادوں پر مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کی ہر کوشش کو پوری شدت سے مسترد کریں۔ فلسطین، افغانستان، شیشان سمیت تمام اسلامی زمینوں سے کفار کو باہر نکالنے کے لئے جہاد کی ترغیب دینا انہی علماء کی ذمہ داری ہے۔ مسلمانوں کو خلافتِ اسلامیہ کے قیام تک فرضیتِ جہاد ادا کرتے رہنے کی تلقین کرنا بھی انہی کا فرض ہے۔ علماء پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ مسلمان ممالک پر حکمرانی کرنے والے ان سیکولر سازشی حکمرانوں سے اعلانِ براءت کریں کیونکہ علمائے حق کو یہ ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ حالات سے سمجھوتہ کرتے ہوئے حق بات چھپا جائیں۔ حق بات کہنا اور ڈنکے کی چوٹ پر اس کا اعلان کرنا ہی علماء کی اصل پہچان ہے!''

مجاہدین کے نام پیام

''ہمارے مجاہد بھائی ایسے منہج اور طریقۂ کار اپنانے سے ہمیشہ کے لئے دور رہیں جو شریعتِ مطہرہ کے بنیادی اصولوں کے ساتھ متصادم ہوں یا خلافتِ اسلامیہ کو روکنے یا مؤخر کرنے میں دشمنوں کے لئے معاون ثابت ہوں۔ مثال کے طور پر جہادی تحریکات کے لائحۂ عمل (اور مجاہد تنظیموں کے انتظامی ضابطے) اُصولِ شرعی کے تابع ہونے چاہیے ہیں نہ کہ اُصولِ اکثریت (یعنی جمہوریت) کے۔ مجاہدین پر لازم ہے کہ وہ اپنی تمام تر توانائیاں خلافتِ اسلامیہ کے قیام کی مخلصانہ کوششوں میں

صرف کریں، جوکہ بالاتفاق شریعت کا ایک نا قابل تغییر مطالبہ ہے۔اسلامی سرزمینوں کو غاصبوں کے قبضے سے آزاد کرانا مجاہدین پر فرض ہے، بالخصوص ارضِ فلسطین، جزیرۂ عرب اور ہر وہ اسلامی زمین جس پر کفار آج قابض ہیں۔سقوطِ غرناطہ کے بعد سے آج تک یہ فریضہ ہر مسلمان پر فرداً فرداً عائد ہوتا ہے۔شہیدِ اسلام شیخ عبداللہ عزامؒ اپنی زندگی میں اس فتوے کا نہایت دل سوزی سے پرچار کرتے رہے۔ان کا دل خون کے آنسو روتا تھا جب انہیں شریعت کے اس غیر متنازعہ اساسی مسئلے کا بھی دفاع کرنا پڑتا تھا۔

اسی طرح مجاہدین پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ عالمِ اسلام پر مسلط ان تمام حکومتوں کی شرعی حیثیت تسلیم کرنے سے صاف انکار کریں جنہیں عالمی کفری نظام نے قانونی طور پر تسلیم کیا ہے۔ان حکومتوں کی اسلام میں کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ یہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق نہیں چلتی ہیں بلکہ اقوامِ متحدہ کے چارٹر اور اس کی قراردادوں پر عمل کرتی ہیں۔نیز ان میں سے بیشتر حکومتیں آج دشمنانِ اسلام کی باقاعدہ اتحادی ہیں......پس یہ معاملہ انتہائی واضح ہے......!اور جو لوگ اس میں شک کا اظہار کرتے ہیں میں انہیں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس نام نہاد ''بین الاقوامی برادری'' کے تسلیم شدہ کسی ایک ایسے ملک کی مثال لے آئیں جو ''دارالاسلام'' کی شرائط پر پورا اترتا ہو! کیا سعودی عرب دارالاسلام ہے؟ کیا شام میں دارالاسلام کی شرائط پائی جاتی ہیں؟ کیا مصر ان شرائط پر پورا اترتا ہے؟ کیا پاکستان کو دارالاسلام کہنا شرعاً درست ہے؟ کیا ان کے علاوہ کوئی ملک ایسا ہے جو دارالاسلام کہلا سکتا ہو؟ یہ تو مرتد حکومتیں ہیں جو کسی ایک یا دوسرے سبب سے شریعت کے دائرے سے باہر ہیں، مگر ان علاقوں کی آبادیاں مسلم اور یہ غاصب حکمران ان پر زبردستی مسلط ہیں۔''

''جہاد کو یرغمال بنانے کا دور گزر گیا''

''میں امتِ مسلمہ کو یہ یقین دہانی کرانا چاہتا ہوں کہ جہاد کو یرغمال بنا کر اس کے ثمرات لوٹنے کا دور اللہ کے فضل سے گزر گیا ہے۔آج امتِ مسلمہ بالعموم اور مجاہدین بالخصوص اپنے خون کی اتنی سستی قیمت نہیں لگنے دیں گے کہ عبدالناصر، آلِ سعود اور پرویز جیسے لوگ اس کے ثمرات حاصل کریں۔یہ ایک دور تھا جو گزر گیا اور ان شاء اللہ، اللہ کی مدد سے پھر کبھی نہیں آئے گا۔رہا امت کے اعتماد کا مسئلہ تو امت اپنے اُن مجاہد فرزندوں ہی پر اعتماد کرے گی جو نہ باطل کے سامنے جھکے ہیں، نہ مصلحت و مداہنت کے شکار ہوئے ہیں، ان شاء اللہ!''

اے اہلِ پاکستان!

''پرویزی حکومت کی شکست ہی دراصل خطے میں امریکی شکست کی تمہید ہے۔افغانستان میں صلیبی اتحاد کے خلاف جاری جہاد کا ایک اہم ثمرہ یہ ہے کہ جہادی بیداری کی ایک زبردست لہر قبائلی پٹی سے شروع ہوکر پاکستان کے وسط تک پھیل گئی ہے (اور اس لہر نے پرویزی حکومت کی جڑیں ہلا ڈالی ہیں)...... پس میں پاکستان میں بسنے والے ہر اس شخص سے درخواست کرتا ہوں جو اپنے دل میں اسلام کے لیے ادنیٰ سی تڑپ بھی رکھتا ہے کہ ان مجاہدین کا ساتھ دے، ان کی مدد کرے، کیونکہ یہی لوگ آپ کو اسلام آباد پر قابض ان فاسد حکمرانوں سے نجات دلا سکتے ہیں جنہوں نے پاکستانی فوج کو ذلیل ورسوا کر کے اسے امریکہ کا شکاری کتا بنا ڈالا ہے۔''

میدانِ دعوت وابلاغ کے شہسوارو!

''میں اسلامی سرحدات کے محافظ اِن گمنام مجاہدین کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں جو مغربی اور مشرقی ذرائع ابلاغ کے اس سحر کو توڑ رہے ہیں جس نے کئی دہائیوں سے سننے والے کانوں، سوچنے والے دماغوں اور نصاب ہائے تعلیم تک کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے۔ پس اے دعوت واعلام (میڈیا) کے میدان میں کام کرنے والے مجاہدو! جس عظیم الشان ذمہ داری کو تم نے اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے اس کا حق ادا کرنے میں اللہ سے ڈرو! سچائی تمہارا شعار اور توحید کی طرف بلانا تمہارا لائحہ عمل ہونا چاہیے! اس بھٹکی ہوئی امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ زندگی اور صحابہؓ کے نقوشِ حیات کی طرف واپس لانے کے لئے تمہی کو جدوجہد کرنا ہوگی! تمہیں ہی گمراہوں کی گمراہی، ایمان فروشی سے معمور ودانش سے عاری دانشوروں کے جھوٹ، شکست خوردگی وپسپائی کی حکمتِ عملی، طاقت کے سامنے جھکنے اور سجدہ ریز ہونے کے فلسفے، بھکاری بننے کی شرمناک فقہ اور فقہائے صلیب کے رسوا کن فتاویٰ سے اس امت کو آزاد کرنا ہے! تمہیں ہی ان قائدین کا فسونِ باطل مٹانا ہے جو اس امت کو شریعت کی بالادستی سے دور لادینیت (سیکولرازم) کی طرف لے جاتے ہیں، اسلامی اخوت کے رشتے کاٹ کر اس امت کو وطنیت وقومیت کے دائروں میں محصور کرتے ہیں، ایک سمندر سے دوسری سمندر تک قیامِ خلافت کی جدوجہد سے ہٹا کر ''سائیکس پیکو'' معاہدے والی مصنوعی سرحدات قبول کرنے کا نصب العین دیتے ہیں اور ''سیاسی مصلحت''، ''زمینی حقائق''، ''قومی وحدت'' اور ''اپنی جان بچانے'' جیسے بے اصل فلسفوں کے ذریعے امت کو دشمن کے رحم وکرم پر بیٹھنے کا درس دیتے ہیں۔

پس میں اپنے اللہ سے دعا گو ہوں کہ یہ جہادی اعلام دعوتِ اسلام اور پیامِ توحید پھیلانے کا ذریعہ بنے، ساری امت تک سچی آگاہی پہنچانے کا باعث بنے اور مسلمانوں میں عزت و وقار، خود بینی وخود احتسابی ،قربانی وایثار، جہاد و شوقِ شہادت کی روح پھونکنے کا سبب ثابت ہو! اے اللہ! ان لوگوں کی رہنمائی فرما کہ یہ اپنی صلاحیتیں اور کوششیں مجتمع کر کے دوسروں کے لئے بھی اتفاق اور اتحاد کی ایک زندہ مثال ثابت ہوں! اے اللہ! انہیں اخلاص عطا فرما اور امتِ مسلمہ کے اس جہادی ورثے کو محفوظ کرنے کی توفیق دے جسے تیرے دشمن اور غدار کب کا تباہ کر چکے ہوتے، اگر تیری نصرت شاملِ حال نہ ہوتی! اے اللہ! میں تجھے تیرے مبارک چہرے کا واسطہ دیتا ہوں کہ ان مجاہدین کے نیک اعمال اپنے دربار میں قبول فرما! سازشیوں کی سازشوں اور مکار اعداء کے منصوبوں سے ان کی حفاظت فرما! ان کی کوششوں اور وسائل میں برکت عطا فرما! اور اے اللہ! اپنی نصرت سے ان کو دنیا و آخرت دونوں میں محرومی سے بچا!''

استاذ المجاہدین، استاد یاسر حفظہ اللّٰہ فرماتے ہیں......

راہِ جہاد میں آنے والے فتنے اور سبیلِ نجات

ماضی قریب میں اسیری سے رہائی پانے والے تحریکِ طالبان کے ایک اہم رہنما استاد یاسر (حفظہ اللہ) انخلائے روس کے بعد مجاہدین کے باہمی اختلافات کی وجوہات اور پھر افغانستان پر امریکی حملے کے بعد ماضی کے کئی جہادی قائدین کے صلیبی صف میں کھڑے ہونے کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس انحراف کا کوئی ایک سبب نہیں، متعدد اسباب ہیں۔ دعوت و جہاد کے سفر میں ہر فرد کو اللہ تعالیٰ مختلف مراحل سے گزارتا ہے۔ پس جو شخص ایک مرحلے سے کامیابی سے گزر جائے، ضروری نہیں کہ وہ دوسرے مرحلے کو بھی کامیابی سے عبور کر پائے گا کیونکہ ہر مرحلہ دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ ایک شخص کو شجاعت کے میدان میں آزماتے ہیں تو وہ اس میں کامیاب رہتا ہے، مگر جب اس کی امانت داری کا امتحان لیا جاتا ہے تو وہ ناکام ہو جاتا ہے۔ اس طرح کبھی ایک شخص امانت کے امتحان سے بھی کامیابی کے ساتھ گزر جاتا ہے مگر جب اللہ امارت کے ذریعے اس کی آزمائش کرتے ہیں تو وہ عادل نہیں ثابت ہوتا، اور فتنے کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور ان تمام مراحل میں سب سے سخت مرحلہ وہ ہے جب جہادی تحریکوں کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور آجاتی ہے۔ آزمائش کے لحاظ سے یہ انتہائی نازک مرحلہ ہوتا ہے۔ میں خود چونکہ اس زہر کا

گھونٹ پی چکا ہوں جب میں کابل میں وزیر تھا، اس لیے میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس سے پہلے کے مراحل اس مرحلے کی نسبت بہت آسان ہوتے ہیں۔ اس مرحلے میں فتنے کے کئی دروازے کھل جاتے ہیں؛ نفسانیت کا دروازہ جب کہ نفس ایک مجسم شیطان بن کر سامنے آجاتا ہے، شیاطینِ جن اور شیاطینِ انس کی جانب سے القاء کیے جانے والے فتنوں کے دروازے اور دیگر دنیاوی خارجی فتنوں کے دروازے۔ ایسے میں جب محاذ متعدد اور مختلف ہو جاتے ہیں، یعنی اپنے نفس کے خلاف محاذ، علمی محاذ، سیاسی محاذ، انتظامی محاذ وغیرہ تو پھر استقامت دکھانا نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔

انحراف کی وجوہات میں سے میرے نزدیک دوسرا اہم سبب باہمی اختلافات کی وجہ سے کسی ایک امیر پر اکٹھے نہ ہونا ہے۔ (سابق افغان جہاد میں بھی) انحراف کی ایک بہت بڑی وجہ یہی تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "**ولا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ريحكم**" (اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم ناکام ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی......) پس یہ تو ممکن ہے کہ ایک علاقے میں متعدد سیاسی جماعتیں ایک متفقہ امیر کے بغیر موجود ہوں، اور پھر بھی آپس میں گزر بسر کرلیں۔ مگر یہ قطعاً ممکن نہیں کہ متعدد عسکری جماعتیں کسی ایک امیر پر متفق ہوئے بغیر ایک علاقے میں داخل ہوں اور زیادہ دیر امن کے ساتھ رہ سکیں۔ اسی لیے میں تمام جہادی تحریکوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ...... ایک امیر کی قیادت پر متحد ہو جائیں، ورنہ میدانِ جہاد میں متعدد جماعتوں کا وجود بالآخر باہمی قتال ہی پر منتج ہوگا! اور جب ایک دفعہ مجاہدین میں آپس کی لڑائی کے سبب ناحق خون بہہ جائے تو چونکہ یہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک عظیم گناہ ہے، پس اس کے ارتکاب کے بعد یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارا رب ان کو ہدایت دے اور انہیں اس بدترین فتنے سے باہر نکالے؟ اس کے برعکس ناحق خون بہہ جانے کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں ان کے حال پر چھوڑتے ہوئے ان کے نفسوں کے حوالے کر دیتا ہے اور انہیں اسی طرح اپنی نصرت اور رحمت سے محروم و تنہا چھوڑ دیتا ہے جیسے ان سے پہلے بہت سوں کو بے یارومددگار چھوڑا ہے۔"

(واضح رہے کہ سلف وخلف کے تمام علماء اس امر پر متفق ہیں کہ میدانِ جہاد میں ایک سے زیادہ جماعتوں، یا ایک سے زیادہ امراء کا وجود جہاد کی فرضیت ساقط کرنے کا سبب قطعاً نہیں ہے، جیسا کہ شیخ عبداللہ عزامؒ نے اپنے مشہور فتوے "**الدفاع عن أراضي المسلمين ،أهم الفروض الأعيان بعد الايمان**" "میں تصریح کی ہے۔ یہاں تو دراصل یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ جو لوگ جہاد پر نکل آئے ہیں، انہیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے کہ اپنی صفوں میں زیادہ سے زیادہ اتحاد و اتفاق پیدا کریں، اور ایک امیر پر اکٹھے ہونے کی کوشش کریں۔)

جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت وتعاون کے چالیس طریقے

مرکز للدّراسات الإسلامیة

(دوسری قسط)

٦۔مجاہدین کے گھر والوں کی دیکھ بھال کرنا

مجاہدینِ فی سبیل اللہ مسلمانوں کے دین وایمان، جان و مال اور عزت وآبرو کے دفاع کی خاطر اپنے گھروں کو چھوڑتے ہیں۔ پس نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ان مجاہدین پر کمال شفقت فرماتے ہوئے، ان کے اہلِ خانہ، گھروں، مالوں اور آبروؤں کی حفاظت و دیکھ بھال کو اس امت کی ذمہ داری قرار دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں مسلمانوں کو مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری پر ابھارا ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''حُرْمَةُ نِسَاءِ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ كَحُرْمَةِ أُمَّهَاتِهِمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْقَاعِدِيْنَ يَخْلُفُ رَجُلاً مِّنَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ اَهْلِهٖ فَيَخُوْنُهُ فِيْهِمْ اِلَّا وُقِفَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَأْخُذُ مِنْ عَمَلِهٖ مَاشَاءَ فَمَا ظَنُّكُمْ.''

''(جہاد سے) پیچھے بیٹھے ہوئے لوگوں کے لیے مجاہدین کی بیویاں ایسی ہی لائقِ احترام ہیں جیسے ان کی اپنی مائیں ان کے لیے لائقِ احترام ہیں۔ اور جو شخص بھی کسی مجاہد کی عدم موجودگی میں اس کے گھر میں خیانت کا مرتکب ہوگا تو اسے قیامت کے دن لازماً اس مجاہد کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، اور وہ اس کی نیکیوں میں سے جتنی چاہے گا لے لے گا، تو تمہارا کیا خیال ہے (کہ وہ کچھ باقی چھوڑے گا)؟''

(صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب حرمة نساء المجاهدين وإثم من خانهم فيهن)

مشہور شارحِ حدیث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ یہاں ''مجاہدین'' سے مراد ہے ''الغزاة الغائبين''، یعنی ''وہ لوگ جو (کفار سے) جنگ کرنے کے لیے اپنے گھر چھوڑ کر نکلے ہوں''۔ اسی طرح یہاں ''قاعدِین'' سے مراد ہے ''الرجال المتخلفين عن عذر'' یعنی ''وہ لوگ جو کسی شرعی عذر سے پیچھے رکے ہوں''۔ پھر آپؒ ''قاعدین'' پر ''مجاہدین'' کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فيـجب عليهم أداء خدمتهن، و القيام بأمر معيشتهن، و حفظ حرمتهن، و رعاية حشمتهن.''

''پس ان پر واجب ہے کہ وہ مجاہدین کی عورتوں کی خدمت کریں، ان کے دنیاوی معاملات کی دیکھ بھال کریں، ان کی عزت وآبرو کی حفاظت کریں اوران کے وقار کا خیال رکھیں۔''

(شرح مسند أبي حنيفةؒ، للملا علي القاريؒ)

اس کے بعد آپؒ مجاہدین کے گھر والوں سے خیانت کرنے کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ ''**خيـانة مالية أو غيـرها**''، یعنی ''اس سے مراد مالی خیانت بھی ہوسکتی ہے اور کسی دوسری نوعیت کی خیانت بھی''، مثلاً ان کی عزت وآبرو میں خیانت۔ پھر اس خیانت کی حرمت وشدت بیان کرتے ہوئے آپؒ یہ دل دہلا دینے والے جملے تحریر کرتے ہیں:

''......هـذه الـخيـانة لا تـكفر في الدنيا ،و لا تغفر في العقبیٰ، ولا يتخلص منها إلا بالتوبة المتضمنة للفضيحة يوم القيامة.''

''...... یہ ایسی خیانت ہے جس کا نہ تو دنیا میں کوئی کفارہ ہے، نہ آخرت میں اس کی معافی ہوگی، اور اس گناہ کے دھلنے کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ دنیا میں بھی توبہ کی جائے اور آخرت کی رسوائی کا بھی سامنا کیا جائے۔''

(شرح مسند أبي حنيفةؒ، للملا علي القاريؒ)

گویا ایسی خیانت کرنے والے کو روزِ قیامت لازماً اس مجاہد کا سامنا کرنا پڑے گا جس کے گھر میں اس نے خیانت کی، اور اس بندۂ مجاہد کو یہ حق دیا جائے گا کہ وہ اس کی نیکیوں میں سے جتنی چاہے لے لے۔ یہاں امام نوویؒ کا یہ فرمان بھی ذہن میں رہے کہ

''لا يُبقي منها شيئًا إن أمكنه.''

''اگر اس مجاہد کے بس میں ہوا تو وہ اس خائن کے پاس کوئی نیکی بھی باقی نہیں چھوڑے گا!''

(شرح النوويؒ على المسلم، كتاب الإمارة، باب حرمة نساء المجاهدين و إثم من خانهم فيهن)

امام سرخسیؒ درج بالا حدیث کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ یہ حدیث ذکر کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لا تـؤذوا الـمـجـاهـديـن فـإن الـلّٰه تعالٰی يغضب لهم كما يغضب للمرسلين، و يستـجيـب لهـم كـمـا يستـجيـب للمرسلين، ومن آذى مجاهداً في أهله فمأواه

النار، و لا يخرجه منه إلا شفاعة المجاهد له إن فعل ذلک.“

”مجاہدین کو اذیت نہ پہنچاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی خاطر اسی طرح غضبناک ہوتے ہیں جیسے وہ رسولوں کے لیے غضبناک ہوتے ہیں، اور ان کی دعائیں اسی طرح قبول فرماتے ہیں جیسے رسولوں کی دعائیں قبول فرماتے ہیں۔ اور جس نے کسی مجاہد کو اس کے گھر والوں کے معاملے میں تکلیف پہنچائی تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اس کو جہنم سے صرف اس مجاہد کی سفارش ہی نکلوا سکے گی، اگر اس نے سفارش کرنا چاہی۔“

(شرح كتاب السير الكبير، باب في فضيلة الرباط)

جہاں ایک جانب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس امانت میں خیانت کرنے پر یہ شدید وعید سناتے ہیں، وہیں اس عظیم امانت کا پاس کرنے والے کو یہ بشارت بھی دیتے ہیں:

”......وَمَنْ خَلَفَهُ فِيْ اَهْلِهٖ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا.“

”......اور جس نے مجاہد کے گھر والوں کی دیکھ بھال کی تو گویا اس نے خود جنگ میں شرکت کی۔“

(صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضل إعانة الغازي في سبيل اللّٰه بمركوب وغيره و خلافته في أهله بخير)

امام ابنِ حبانؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

”معناه أنه مثله في الأجر، و إن لم يغز حقيقة.“

”(حدیث کا) مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو جنگ کرنے والے مجاہد کے برابر اجر ملے گا، حالانکہ اس نے حقیقتاً جنگ میں شرکت نہیں کی۔“

(عمدة القاري شرح صحيح البخاري، للعلامة بدر الدين العينيؒ)

۷۔ شہداء کے خاندانوں کی دیکھ بھال کرنا

شہداء کا لہو اس امت کی زندگی کی ضمانت ہے۔ اس دین کی عمارت تبھی مضبوط کھڑی ہوتی ہے جب امت کے بہترین لوگ اس کی بنیادوں میں اپنا خون ڈالتے ہیں۔ اسلام کی دعوت تبھی پھیلتی ہے جب یہ گمنام شہداء کبھی برف پوش چوٹیوں اور کبھی سنگلاخ پہاڑوں پر، کبھی تپتے صحراؤں اور کبھی سرسبز و شاداب وادیوں میں اپنے زمانے کے طواغیت کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے ہوتے ہیں، اور ان کا ہر تیر اپنے سینے پر لے کر امتِ مسلمہ اور اس کے ایمان و عقیدے، اس کے دینی شعائر اور اس کی دنیاوی مصلحتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان شہداء کے دم سے اللہ کا غضب ہم سے ٹلتا ہے اور اللہ کی رحمت ہماری سمت متوجہ ہوتی ہے۔ بعد میں آنے والی نسلیں انہی کی قربانیوں کے ثمرات سمیٹتی ہیں۔ انہی کے لہو کی برکت سے دشمنانِ دین کے مقابلے میں آسمانی نصرتیں اترتی ہیں۔ آج ہم جو کلمہ پڑھ رہے ہیں، اپنے رب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و

سلم کے لائے ہوئے پیغام سے واقف ہیں، طرح طرح کی دنیاوی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں...... یہ سب اللہ کے فضل کے بعد ہم سے پہلے گزرنے والے شہداء کی قربانیوں کا ثمرہ ہے۔ یہ اللہ کے وہ پیارے بندے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ مسکرا کر دیکھتے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ خود مقامِ شہادت کے لیے چنتے ہیں۔ بلاشبہ ہم ان شہداء کے مقروض ہیں۔ ان کے احسانات کے بوجھ تلے ہماری گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ ویسے تو یہ بوجھ اتنا بھاری ہے کہ اس کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں، لیکن شہداء کے وہ حقوق جن کی ادائیگی کل کو دربارِ الٰہی میں رسوائی سے بچنے کا ذریعہ بن سکتی ہے، ان میں سے ایک حق شہداء کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کے گھر والوں کی خبر گیری ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے اس بات کی تربیت دی ہے کہ شہداء کے اہلِ خانہ خصوصی توجہ و دیکھ بھال کے مستحق ہیں۔ غزوۂ موتہ کے موقع پر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے فرمایا:

”اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَر طَعَامًا فَاِنَّهُ قَدْ اَتَاهُمْ مَا يُشْغِلُهُمْ.“

”جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو کیونکہ ان پر ایسا بوجھ آن پڑا ہے جس نے انہیں نڈھال کر دیا ہے۔“

(أبو داؤد: كتاب الجنائز، باب صنعة الطعام لأهل الميت. ترمذي كتاب الجنائز، باب ما جاء في الطعام يصنع لأهل الميت)

امام ابنِ کثیرؒ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھی شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر آئے ......اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفرؓ کے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں انھیں لے کر آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چوما اور آپ ﷺ کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہنے لگے۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہوں! آپ کیوں رونے لگے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تجھے جعفرؓ اور اس کے ساتھیوں کی خبر دینے آیا ہوں، وہ شہید ہو گئے ہیں۔ میں یہ سن کر اُٹھی اور رونے لگی، اور عورتوں کو اپنی طرف جمع کرنے لگی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ: آلِ جعفرؓ سے غافل نہ ہو جانا کہ کہیں ان کے لیے کھانا بنانا بھول جاؤ، کیونکہ وہ جعفرؓ کے غم میں نڈھال ہیں۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سنن ابی داود کی شرح ”بذل المجهود في حل أبي داود“ میں درج بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ثم إذا صنع لهم ما ذكر، سن أن يلح عليهم في الأكل لئلا يضعفوا بتركه استحياء أو لفرط جزع.''

''پھر جب شہداء کے اہلِ خانہ کے لیے کھانا تیار کرلیا جائے تو (صرف اسی پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ) مسنون طریقہ یہ ہے کہ ان کو اصرار کر کے کھلایا بھی جائے...... کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حیاء یا شدتِ غم کے سبب کھانا چھوڑ دیں اور کمزور پڑ جائیں۔''

(بذل المجهود في حل أبي داود، كتاب الجنائز، باب صنعة الطعام لأهل الميت)

امام ابنِ ماجہ حضرت عمرو بن حزمؓ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ:

''مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُعَزِّيْ اَخَاهُ بِمُصِيْبَةٍ اِلَّا كَسَاهُ اللّٰهُ بِحُلَلِ الْكَرَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.''

''جو مومن بھی اپنے کسی مسلمان بھائی کی پریشانی میں اس سے تعزیت کرے گا تو اللہ قیامت کے دن اسے ضرور عزت کا لباس پہنائیں گے۔''

(سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء في ثواب من عزى مصابا)

پس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل سے ہمیں تمام فوت شدہ مسلمانوں بالخصوص شہدائے کرام کے اہلِ خانہ کی دیکھ بھال کرنے پر ابھارا ہے۔ یہ احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ شہداء کے خاندانوں کے غم میں شرکت، ان کی خبر گیری، محبت و دلسوزی سے ان کی ضروریات پوری کرنا، ان کے بچوں سے محبت کرنا اور ان کا خیال رکھنا ہر مسلمان کے ایمان کا تقاضہ ہے۔ نیز اگر شہداء کی بیویاں دوبارہ شادی کرنا چاہیں تو اس کا مناسب انتظام کرنا بھی اہلِ ایمان کی ذمہ داری بنتی ہے۔ سیرتِ صحابیاتؓ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے جہاں ایک صحابیہؓ کے شوہر کی شہادت کے بعد کسی دوسرے صحابیؓ نے ان سے نکاح کرلیا۔ بلکہ سیرت میں تو ایسی مثالوں کی بھی قلت نہیں جہاں ایک صحابیہؓ نے باری باری تین یا چار شہداء صحابہؓ کی زوجیت میں رہنے کا شرف حاصل کیا۔ درج بالا واقعے میں بھی حضرت ابوبکرؓ نے حضرت جعفرؓ کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے ان کی عدت ختم ہونے کے بعد شادی کرلی۔ بلاشبہ شہداء کے اہلِ خانہ کی دیکھ بھال کرنے کی سب سے کامل صورت یہی ہے۔

شہداء کے اہلِ خانہ کی دیکھ بھال جہاد میں اپنا حصہ ڈالنے کا ایک مؤثر ذریعہ اور رضائے الٰہی کے حصول کا ایک بہت بڑا دروازہ ہے۔ کیا معلوم کہ یہی عمل اللہ کو اتنا پسند آئے کہ وہ اس کے صدقے ہمیں بھی شہداء کے قافلے میں شامل کرلے!

۸۔قیدی چھڑانے کے لیے مال خرچ کرنا

راہِ جہاد پر چلنے کی پاداش میں نجانے کتنے مجاہدین آج دنیا بھر کی جیلوں میں قید ہیں۔نجانے کتنے ہی علمائے حق زبان وقلم سے جہاد کی نصرت کے جرم میں آج پسِ دیوارِ زنداں ہیں،اور کفار ومشرکین اور مرتدین ومنافقین کے ہاتھوں بدترین ذہنی وجسمانی تعذیب کا نشانہ بن رہے ہیں۔کیوبا کی گوانتانا موجیل،عراق کی ابو غریب جیل،افغانستان کی بگرام جیل،امریکہ،برطانیہ،جرمنی،فرانس،سپین،روس،چین،اسرائیل،برما،تھائی لینڈ اور بھارت کی جیلوں،نیز پاکستان،جزیرۂ عرب،وسطی ایشیائی ممالک،لیبیا،مصر،اردن،الجزائر،بنگلہ دیش اور ایسے ہی نام نہاد مسلم ممالک کی جیلوں میں بند ہزار ہا مجاہد بھائی ومجاہدہ بہنیں،علماء وداعیانِ دین جہاں ایک طرف سنتِ یوسفیؑ کو تازہ کرکے امت کو صبر واستقامت کا بے مثال درس دے رہے ہیں،وہیں جہاد سے دور بیٹھنے والوں پر حجت بھی تمام کررہے ہیں۔وہ ہمیں زبانِ حال سے یہ یاد دلا رہے ہیں کہ تم تو وہ امت ہو جو ایک مسلمان عورت کی پکارِ ''وا معتصماہ'' پر پوری سلطنت داؤ پر لگا کر کفر سے ٹکرا گئی،اور اس کی فوجیں اس وقت تک واپس نہ لوٹیں جب تک اس عورت کو آزادی دلا کر اس کا بدلہ نہ لے لیا۔تم تو ان کی اولاد ہو جن کے مسلمان ہونے کا سبب ہی محمد بن قاسم کا ایک مسلمان بہن کو رہائی دلانے کی خاطر سندھ پر حملہ کرنا تھا اور پھر اسی ایمانی غیرت کی برکت سے پورے برصغیر میں اسلام کی حاکمیت قائم ہوئی۔کیا تم میں کوئی نہیں جو آج اسلاف کے اس اسوے پر عمل کرے؟

پس آج ہر مسلمان کو یہ سوچنا ہوگا کہ کل جب اللہ کے دربار میں یہ قیدی میرا گریبان پکڑیں گے اور اللہ رب العزت سے شکوہ کریں گے کہ:اے رب!تو گواہ ہے کہ ہم جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے کیسی کیسی اذیتوں و تکلیفوں سے گزرتے رہے!کیسے ہمارے جسموں کو ادھیڑا گیا،ہماری عزتوں کو پامال کیا گیا،ہمیں سالہا سال کی تنہائی اور ذہنی اذیت کاٹنے پر مجبور کیا گیا اور ہم میں سے کتنے ہی اپنی زندگیوں کے دسیوں سال قید خانوں میں گزار کر اسی تنہائی وغربت کے عالم میں تجھ سے آن ملے......لیکن میرا یہ کلمہ گو بھائی مجھے جیل اور تعذیب خانے کی تاریکیوں کے حوالے کرکے اپنی دنیا سنوارنے میں ایسا مشغول ہوگیا کہ دوبارہ پلٹ کر نہ دیکھا اور بھول گیا کہ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ حکم جاری فرمایا ہے کہ:

''فُكُّوا الْعَانِيَ''

''قیدی کو چھڑاؤ۔'' (بخاري، كتاب الجهاد والسير، باب فكاك الأسير)

یہ خود پیٹ بھر کے کھاتا رہا مگر میری بھوک مٹانے کا کچھ انتظام نہ کیا،خود عمدہ سے عمدہ لباس پہنا لیکن میرا

برہنہ جسم ڈھانپنے کا کوئی بندوبست نہ کیا، خود نرم بستر پر گرم کمبلوں میں سویا مگر یہ سوچا تک نہیں کہ میرا کوئی بھائی یا میری کوئی عفت مآب بہن قید خانے کے ٹھنڈے فرش پر سردی سے بچاؤ کے کسی ادنیٰ سے انتظام سے بھی محروم ٹھٹھر ٹھٹھر کر راتیں گزار رہے ہیں۔ یہ خود تو سیر وتفریح کی غرض سے لاکھوں روپے خرچ کر کے آزادانہ کبھی امریکہ اور کبھی یورپ کی سیر کرتا رہا، مگر مجھے چھ فٹ کی تنگ وتاریک کوٹھڑی سے آزادی دلانے کے لیے چند روپے تک خرچ کرنا گوارا نہ کیے۔ بلکہ اس نے تو میرا اتنا حق بھی ادا نہ کیا کہ کم از کم روزانہ آنکھوں میں اشک سجا کر تڑپ کر بارگاہِ الٰہی میں میری استقامت اور جلد رہائی کے لیے دعا ہی کرتا رہتا!

مسلمان قیدیوں کو رہائی دلانا پوری امت کی گردن پر عائد ایک بھاری فریضہ ہے۔ امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’و تخليص الأسارىٰ واجب على المسلمين إما بالقتال و إما بالأموال، و ذلك أوجب لكونها دون النفوس إذ هي أهون منها.‘‘

’’قیدیوں کو چھڑانا مسلمانوں پر واجب ہے، چاہے قتال کے ذریعے چھڑائیں یا اموال خرچ کر کے چھڑائیں۔ اور مال کے ذریعے رہائی دلانا زیادہ بڑا واجب ہے کیونکہ مال خرچ کرنا اپنی جانیں کھپانے سے کم تر اور زیادہ آسان کام ہے۔‘‘

(تفسير القرطبي: سورة النساء، آية ۷۵)

پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے قیدی بھائیوں کو چھڑانے کے ہر ممکن طریقے پر سنجیدگی سے غور کریں۔ مجاہدینِ فی سبیل اللہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ قیدیوں کی رہائی کو اپنے اہم ترین اہداف میں شامل رکھیں اور ایسی عسکری کارروائیاں ترتیب دیں جن کے ذریعے قیدیوں کو چھڑایا جا سکے۔ مجاہدین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہر ایسی جیل یا تفتیشی وتعذیبی مرکز تک پہنچنے کی ضرورت ہے جہاں طاغوت نے ہمارے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو قید کر رکھا ہے، اور ٹھوس منصوبہ بندی کر کے ان قید خانوں کی سلاخیں توڑنی چاہیے ہیں یا کسی بھی مناسب طریقے سے قیدیوں کو فرار کروا کر رہائی دلانی چاہیے ہے۔ اگر چور اور ڈاکو اپنے ہم پیشہ مجرمین کو رہا کروانے کے لیے انتہائی جرأت مندانہ اقدامات اٹھا کر بارہا کامیاب ہو سکتے ہیں تو اللہ کے شیروں کے لیے اللہ کی نصرت سے اپنے مجاہد بھائی رہا کروانا کیونکر مشکل ہے؟ اسی طرح کفر کے عالمی ومقامی سرغنوں کو اغوا کر کے ان کے بدلے کفار ومرتدین کی قید میں موجود علمائے امت اور قائدینِ جہاد کو چھڑانے کے لیے بھی جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ نیز ہر اس مردود کا تعاقب کرنے کی ضرورت ہے جو مجاہدین کو پکڑنے یا قید خانوں میں ان پر ستم توڑنے میں ملوث رہا ہو، اور اسے اس کے دیگر ہم مشربوں کے لیے نشانِ عبرت بنا کر ہی

دم لینا چاہیے، تا کہ آئندہ کوئی بھی خبیث کسی مجاہد بھائی یا بہن یا کسی عالمِ دین پر ہاتھ ڈالنے سے قبل ہزار مرتبہ سوچے!

نیز جو لوگ قتال کے ذریعے قیدی چھڑانے کی استطاعت نہیں رکھتے انہیں اپنے مال کھپا کر یہی ہدف حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہنا چاہیے۔ کتنے ہی قیدیوں کے اہلِ خانہ ناداری و تنگ دستی کی وجہ سے اپنے قیدیوں کو رہا نہیں کرا پاتے۔ ان قیدیوں کے گھروں تک پہنچنا اور قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ دینے یا مقدمات کے اخراجات ادا کرنے میں مالی تعاون کرنا ہر ہر مسلمان کا فرض ہے۔

۹۔ قیدیوں کے اہلِ خانہ کی خبر گیری کرنا

جس طرح اپنے قیدی بھائیوں کو چھڑانے کے لیے کوشش کرنا پوری امت کی ذمہ داری ہے، اسی طرح مسلمانوں پر یہ بھی لازم ہے کہ ان قیدیوں کے اہلِ خانہ کی خبر گیری کریں، ان کے حوصلے بندھائیں، انہیں صبر و استقامت کی تلقین کریں، ان کی مالی ضروریات پوری کرنے پر توجہ دیں، انہیں اپنے رویے سے یہ احساس دلائیں کہ وہ آزمائش کی اس گھڑی میں تنہا نہیں اور ان کے جگر گوشے کی گرفتاری کوئی عار کی بات نہیں، ایک ایسا قابلِ فخر اعزاز ہے جس پر ہزار آزادیاں قربان ہوں...... انہیں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ یہ مبارک حدیثِ نبویؐ سنائیں جوان فی سبیل اللہ قیدیوں کی خوش بختی کا منہ بولتا اعلان ہے کہ:

''**عَجِبَ اللّٰهُ مِنْ قَوْمٍ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فِيْ السَّلَاسِلِ.**''

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دیکھ کر اپنی رضا و تعجب کا اظہار فرماتے ہیں جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے جنت میں داخل ہوں گے۔''

(بخاري: كتاب الجهاد و السير، باب الأسارىٰ في السلاسل؛أبو داود: باب الأسير يوثق)

امام ابنِ حجرؒ، علامہ عینیؒ اور دیگر شارحینِ حدیث نے اس حدیث کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس میں مسلمان قیدیوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ صاحبِ ''عونُ المعبود'' لکھتے ہیں:

''**قال الكرماني و تبعه البرماوي: لعلهم المسلمون الذين هم أسارىٰ في أيدي الكفار فيموتون أو يقتلون على هذه الحالة فيحشرون عليها و يدخلون الجنة كذلك.**''

''کرمانیؒ نے فرمایا ہے، اور برماویؒ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا ہے کہ: شاید اس حدیث میں ان مسلمانوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو کافروں کی قید میں ہوں اور وہ اسی حال میں فوت ہو جائیں یا قتل

کر دیئے جائیں۔ پھران کو(قیامت کے دن)اسی حال میں اٹھایا جائے گا اور وہ اسی حال میں (زنجیروں میں جکڑے)جنت میں داخل ہوں گے۔''

(عون المعبود شرح سنن أبي داود، باب الأسير يوثق)

سبحان اللہ! کیا عجیب شان ہے ان قیدیوں کی! جس طرح شہداء وزخمی روزِ قیامت اپنے بہتے زخموں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے، اسی طرح یہ فی سبیل اللہ قیدی بھی زنجیروں میں جکڑے اپنی قربانیوں کا ثبوت ساتھ لیے اس شان سے اٹھیں گے کہ تمام اہلِ محشر اور خود اللہ رب العزت بھی ان کو دیکھ کر اظہارِ تعجب فرمائیں گے...... بلاشبہ قابلِ رشک ہے ایسی اسیری! اللہ ہمیں ان اسیروں اور ان کے اہلِ خانہ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

(جاری ہے، ان شاء اللہ)

جوزیور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پہنا گئے ہیں، اسے اتارا نہیں جا سکتا!

فتحِ ارمینیہ کے موقع پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے کچھ مجاہدین کے ہمراہ بحیثیت سفیر بادشاہ سے بات کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ جب شاہی محل میں داخل ہوئے تو بادشاہ کے محافظوں نے حضرت خالدؓ اور آپ کے ساتھیوں سے اسلحہ لینا چاہا۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا:

''(تم جانتے نہیں) ہم وہ لوگ ہیں جو اپنی تلواریں غیروں کو نہیں دیا کرتے اور (تم کو یہ بھی اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت (ہی) تلوار کے ساتھ ہوئی اور یہ تلوار ہم کو ہمارے نبیؐ ہی پہنا کر گئے ہیں۔پس جو شرف ہمیں ہمارے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے، اسے ہم اپنے سے ہرگز جدا نہیں کر سکتے۔''

(فتوح الشام: ص ۱۱۷، ج ۲، طبع مصر)

ایک بیٹی، ایک بہو کا خط

شہید ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کا خط اپنی والدہ اور ساس کے نام

اس تاریکی وظلمت کے دور میں جب دجالی فتنے بندگانِ خدا کو گمراہ کرنے کے لیے ہر سو پھیل چکے ہیں، اور دنیا کی محبت کتنے ہی اہلِ ایمان کے دلوں میں نقب لگا کر ان کو احکاماتِ الٰہی اور فریضہء جہاد سے دور کر چکی ہے ......ڈاکٹر ارشد وحید رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں پابندیٔ شریعت کی روشنی اور حبِ الٰہی کا نور پھیلاتا ایک روشن آفتاب سرزمینِ پاکستان کے افق پر نمودار ہوا۔ اس اجلے اور پاکیزہ کردار نے اپنی مختصر سی زندگی میں عشقِ الٰہی ومحبتِ رسول ؐ کی تمام منزلیں کامیابی سے طے کر کے ساری امت کے لیے ایک قابلِ تقلید مثال قائم کر دی۔ آپؒ کی زندگی میں دعوت الی اللہ، نصرتِ جہاد، خدمتِ مجاہدین، فی سبیل اللہ اسیری، ہجرت، اعداد، کفار کے خلاف جہاد، ان کے مرتد آلہ کاروں سے قتال اور راہِ خدا میں شہادت ......سارے ہی مراحل سموئے ہوئے ہیں۔ آپؒ اور آپ جیسے دیگر شہدائے کرامؒ ہی اس کے مستحق ہیں کہ امت کے نوجوان ان کو اپنے لیے نمونۂ عمل قرار دیں، ان کی راہ اپنانے کو اپنے لیے قابلِ فخر جانیں۔ آپؒ کی شہادت ربیع الاول، ۱۴۲۹ھ میں جنوبی وزیرستان کے صدر مقام وانا میں پاکستانی وامریکی جنگی جہازوں کی مشترکہ فضائی بمباری سے واقع ہوئی۔ اللہ آپ کی شہادت قبول فرمائے اور آپ کے قاتلوں کی گردنیں مجاہدین کے ہاتھوں میں تھمائے! آمین! ذیل میں ڈاکٹر ارشد وحیدؒ کی اہلیہ کا ایک ایمان افروز خط دیا جا رہا ہے جو آپ نے اپنے شوہر کی شہادت کے بعد ہجرت کی سرزمین سے پاکستان میں موجود اپنے رشتہ داروں کے نام لکھا۔ بلاشبہ اس خط میں نہ صرف تمام مسلمان ماؤں و بہنوں کے لیے ایمانی درس ہے، بلکہ اللہ سے امید کی جاتی ہے کہ ایک تڑپتے دل سے نکلی یہ بے تکلف تحریر بہت سے مومن بھائیوں کی غیرتِ دینی اور حمیتِ ایمانی بڑھانے کا باعث بھی ثابت ہوگی، ان شاء اللہ۔

(مدیر)

میری پیاری امی اور میری پیاری امی!

السلام علیکم

اللہ تعالیٰ کی ڈھیروں محبتیں اور رحمتیں آپ پر نازل ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت کے دامن میں چھپا لے اور اپنی ناراضی سے بچا لے۔ آمین! بے شک ہم سب اللہ کے ہی ہیں اور اسی کے پاس ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ ہمارے پاس اس کی عطا کی ہوئی ہر پیاری اور قیمتی سی نعمت، اور خود ہماری جانیں اسی کی امانت ہیں۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندۂ مومن کی کوئی دنیاوی محبوب چیز لے لوں اور وہ صبر کرے تو اس کے لیے میرے پاس جنت کے سوا کوئی اور بدلہ نہیں۔

بے شک میرے شوہر میرے لیے اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان، میری زندگی کی عظیم ترین متاع تھے۔ ایک ایسا محور جس کے گرد زندگی گھومتی تھی۔ خوشی کا ہر تصور ان کی ذات سے وابستہ تھا۔ ایسی پیاری اور شفیق ہستی جو ہر رشتے کا حق نبھا گئی۔ جس قدر اپنی ذات سے ہم لوگوں میں خوشی اور خیر پہنچا سکتے تھے، پہنچا گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میری اختیار کی ہوئی ہر چھوٹی سی نیکی میں بھی یہ شریک ہیں۔ خیر ہی خیر تھے، ہم سب کی زندگی میں اتنی مسکراہٹیں بکھیرتے تھے کہ جس کے بغیر زندگی کا تصور بھی محال تھا۔ لیکن اس عظیم ترین نعمت کو اللہ نے ہی ہمیں دیا تھا اور اتنی محبت ہمارے لیے ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ہی ڈالی اور پھر اپنے پاس بلا لیا۔ جتنی محبوب ترین ہستی کو ہم سے جدا کیا ہے بس ہم سب اس ربِ کریم سے اسی کے بقدر اجرِ عظیم کی امید رکھتے ہیں۔ بے شک یہ میرے لیے پہاڑوں جیسا صدمہ ہے اور اُن کی جدائی کا غم نا قابلِ بیان ہے۔ بس امی! جب جب دل غم سے گھٹ گھٹ کر نا قابل برداشت ہونے لگتا ہے تو میں فوراً اس صدمے کے اجر میں اپنے ربِ رحیم سے اس کی محبت، اس کی رحمت، اس کی مغفرت اور خوشنودی طلب کرتی رہتی ہوں اور اس کی پناہ مانگ لیتی ہوں اور بے شک جو اس ربِ کریم ورحیم کی پناہ میں آیا وہ سرخرو ہوا۔ بس امی! حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی جدائی کے غم کو الفاظ میں بیان کرنا میرے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

آپ سب گواہ ہیں کہ وہ کس پیار و محبت سے مجھے اور بچوں کو ہجرت کروا کر اس سرزمین پر لائے تھے۔ یہاں آنے کے بعد ایک لمحہ بھی ہمیں کوئی غم اور ملال نہ تھا بلکہ ہم اکثر و بیشتر اپنے رب کریم کا شکر ادا کرتے تھے کہ بے شک ہم اس قابل نہ تھے جتنا بڑا احسان ہمارے ربِ کریم نے ہم پر فرمایا کہ اپنے راستے میں ہجرت کی توفیق عطا فرمائی، ایسی سرزمین پر جہاں آ کر ہم نے الحمد للہ ہر دن گزرنے کے ساتھ اپنے ایمان کو بہتری ہی بہتری کی طرف محسوس کیا۔ ایسی عجیب دنیا جہاں کے غم اور فکریں ہی مختلف ہیں۔ جس شخص کے پاس جتنا کم سامانِ زندگی ہوتا ہے وہ اتنا ہی معزز ہے۔ ہر طرف نیکیوں میں سبقت لے جانے کی دوڑ سی لگی ہے۔ ہر آدمی اپنے ایمان کو بہتر کرنے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو بہتر بنانے کے لیے کوشاں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے پیارے بندے جن کی آمد سے گھر میں خوشگواری کی فضا پھیل جاتی ہے۔ بس ایسی سرزمین جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ یہاں سوتے جاگتے، کھاتے پیتے کسی بھی لمحے اجر کا سلسلہ رکتا نہیں۔ ہم نے اس سرزمین پر اپنی شادی کے بعد اب تک سب سے بہترین اور پرسکون دور گزارا۔ اور یہاں میں نے انہیں جتنا خوش اور مطمئن دیکھا شادی کے بعد کسی عرصے میں نہیں دیکھا۔ ان کی ہر خواہش میرے لیے وصیت کا درجہ رکھتی ہے اور یہ اپنی زندگی میں اکثر مجھ سے یہی خواہش کرتے کہ میرے بچے اسی ماحول میں پلیں، بڑھیں اور یہاں سے واپس نہ جائیں، بڑے مجاہد اور عالمِ دین بنیں اور پھر اللہ کے راستے

میں، اس کے دین کی سربلندی کے لیے جانیں قربان کریں۔

امی! یہ سرزمین حقیقتاً فراز ہے۔ جو دل کی سکینت، ایمان کی بہتری اور اللہ کا قرب مجھے یہاں آ کر حاصل ہوا، واپس نشیب کی طرف جانے کے تصور سے ہی میری روح کانپ اٹھتی ہے۔ ہجرت کی راہوں سے لوگ واپس نہیں لوٹا کرتے، وہ تو اور بلندی اور بلندی کی جانب بڑھتے ہیں۔ یہ مجھے اکثر کہا کرتے تھے: دیکھو! تم میرے بعد بھی یہاں سے مت جانا۔ امی! ان فضاؤں میں مجھے ان کی خوشبو آتی ہے اور ان کی اتنی مسکراہٹیں بکھری ہوئی ہیں کہ اب میں یہاں سے کہیں نہیں جا سکتی۔ میرا مستقل طور پر یہاں سے جانے کا ارادہ تو دور کی بات عارضی طور پر بھی یہاں سے جانے کا تصور محال ہے، اس کے سوا کہ میرا رب کچھ اور چاہے۔

بس امی! میں نے ان سے زندگی گزارنے کا ڈھنگ سیکھ لیا ہے۔ جو زندگی کا رنگ انہوں نے اختیار کیا اللہ تعالیٰ کے لیے، اللہ نے اتنی ہی جلدی انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں جو اس کی ملاقات کو پسند کریں۔ میں نے انہیں راتوں کو جاگ جاگ کر چپکے چپکے ہچکیوں سے اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتے اور فریادیں کرتے دیکھا ہے، بس ہر لمحہ ایک ہی دعا کہ اللہ مجھے اپنے راستے میں قبول فرما لیں، اپنی شہادت سے دو دن پہلے بھی تہجد کو اٹھے، نہا کر کپڑے بدلے، سر پر رومال باندھا، پھر مجھ سے کہنے لگے: دیکھو! میں کتنا صاف ستھرا اور پیارا لگ رہا ہوں نا......شاید آج ہی میری شہادت ہو جائے! مجھ سے اتنی محبت کا اظہار کیا کہ میں حیران ہونے لگی کہ آج انہیں کیا ہو گیا ہے، پچھلی ہر محبت یاد دلاتے رہے: دیکھو! میں تمہارے لیے یہ کرتا تھا، جیل میں تمہیں کتنا یاد کرتا تھا، اور بہت سی باتیں۔ اللہ نے ہمارا رشتہ کیسے کروایا اور تمہیں میرے ہی لیے بنایا۔ میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے۔ ثوبیہ اور سفانہ بھی ان سے لپٹ گئیں۔ مجھے اتنا اچھا لگ رہا تھا...... مجھے کیا پتا تھا کہ دو دن بعد ان کے پاؤں اللہ کی راستے میں ایسے غبار آلود ہوں گے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ ملے گا۔ جس طرح کی تربیت وہ کر رہے تھے اس میں سخت ورزش کی وجہ سے ان کے جسم میں مستقل درد اور تکلیف تھی۔ بس یہ صرف یہی کہتے تھے کہ میں جیسا بھی ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے اپنے راستے میں قبول کر لے!

ان کی شہادت سے ایک رات پہلے ہم اتنا ہنسے کہ عجیب سا لگنے لگا، میں نے سوچا کہ پتا نہیں آج ہمیں کیا ہو گیا ہے۔ بس امی! اس غم اور صدمے کی حالت میں بھی مجھے جب یہ خیال آتا ہے کہ مجھ سے بہت خوش اور مطمئن مجھ سے جدا ہوئے تو دل کو ایک عجیب سا سکون ملتا ہے۔ پچھلے دس پندرہ دنوں سے امارت کی جو ذمہ داری ان پر آ گئی تھی بس ہر وقت فکر مند رہتے تھے کہ یہ بوجھ بہت بڑا ہے، بار بار اللہ تعالیٰ کے سامنے بڑی عاجزی اور انکساری سے گڑگڑاتے تھے۔ بس امی! کیا کیا لکھوں......ایک ایک بات اور محبت ایسی دل پر نقش

ہے کہ الفاظ ساتھ نہیں دے سکتے، ان کی یادوں اور محبتوں کے الفاظ کا ایک سیلاب سا امڈ آیا ہے۔ کیا کیا بیان کروں:

میرے عظیم شہید شوہر ارشدؒ کے نام

اِک ستارہ تھا میں
کہکشاں ہو گیا
حُبِّ یزداں کا اک استعارہ تھا میں
داستاں ہو گیا
میرا نامۂ اعمال سمجھو ذرا......روشنی ہی تو ہے
میرا لاشۂ پامال دیکھو ذرا.....زندگی ہی تو ہے
ہاں یہی زندگی ہے میرے دوستو!
میں نے سوچا تھا یہ
گر نہ دینِ مبیں پر یہ ہوتی فدا
اور کس کام آنی تھی یہ زندگی؟
اور پھر یہ ہوا
قیدِ دنیا سے جب میں نکلنے لگا
بندگی کا سفر جب میں طے کر چکا
میں نے دھیرے سے یہ ساتھیوں سے کہا
''میں شہید اب ہوا''
پھر گواہی کا کلمہ زباں پر میری
لمحۂ واپسیں خود رواں ہو گیا
اِک ستارہ تھا میں
کہکشاں ہو گیا
میرا اندازِ پاسِ وفا یہ رہا
طاقِ دل پہ سدا

شوقِ جنت کی شمع فروزاں رہی
دل تو دل ہی تھا، زخم اس نے کھانے ہی تھے
روح لیکن مری پھر بھی شاداں رہی
میرے مالک نے مجھ کو بھری بزم میں
اس طرح سے چُنا
غازیوں کی طویل ایک فہرست میں
فرطِ رحمت سے روشن نشاں کر دیا
نورِ قرآں کو میرا بیاں کر دیا
حُبِّ احمدؐ میں رطب اللساں کر دیا
پیکرِ خاک تھا
خاک میں جب ملا
رحمتِ حق تعالیٰ سے مسکن مرا آسمان ہو گیا
اِک ستارہ تھا میں
کہکشاں ہو گیا

دوستو! غازیو!
عشق کی ایک ہی جست میں
میں نے چودہ قرن کی مسافت کو طے اس طرح سے کیا
دل میں طائف کا منظر بسا جب لیا
خلق میرا نسیمِ سحر ہو گیا
اور بدر و اُحد کا سبق جب پڑھا
عزم قطرہ تھا میرا.......بحر ہو گیا
میں نے اسلاف کی ہر نشانی کے مٹنے کے اس دور میں
اجنبیت کے پرچم کو اونچا کیا
میں نے حق و صداقت کے روشن دیے

خونِ دل سے بھرے
دل وہ جس میں ہمیشہ سے چاہت رہی
ہر کسی کے لیے
لب وہ جن پر سدا مسکراہٹ رہی
ہر شناسا، ہر ایک اجنبی کے لیے
اس طرح بھی ہوا
حلقۂ دوستاں میں کسی طور بھی
وسعتِ قلب کی جب کمی ہوگئی
دامنِ دل وہاں اپنا پھیلا دیا
سب کو بتلا دیا
حق کی راہوں میں مرنا تو آسان ہے
جینا مشکل ہے......جی کر بھی دکھلا دیا
میرے کردار کا
میرے اخلاص کا
ایک اک نقشِ پا
''صدقۂ جاریہ''
عشق راہوں میں یوں جاوداں ہوگیا
اِک ستارہ تھا میں
کہکشاں ہوگیا

جب محبت کی تاریخ لکھی جائے گی
قافلۂ حجاز مقدس کا جب تذکرہ آئے گا
عاشقانِ حبیب جہاںؐ میں......وہاں
میرا نام آئے گا
پھر صحیفے جو محنت کے ہوں گے نشر

ان جہادی فضاؤں میں گزرا ہوا
میری غربت کا، عسرت کا ایک ایک پل
میرے کام آئے گا!

ساتھیو! زخم سینے پہ کھاتے چلو
رب سے ملنا ہے تو...... مسکراتے چلو
حُبِّ احمدؐ کی شمع جلاتے چلو
تم نے سیکھا ہے جو کچھ سکھاتے چلو
یوں تمہارے لیے بھی ہماری طرح
شوق کی راہ کا وہ مقام آئے گا
حوضِ کوثر سے جب اُنؐ کی سرکار سے
ہاں بڑے پیار سے......
پھر حلاوت بھرا ایک جام آئے گا
خالقِ دوجہاں کا انعام آئے گا

بس اب تو زندگی گزارنے کے لیے صرف اللہ کا سہارا، اُس کی یاد کا سہارا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ خاص سے مجھے بھی اور میرے بچوں کو اپنے راستوں میں قبول فرمالے اور ایسی شہادتِ مقبول جو اُسے پسند آجائے، عطا فرمائے، آمین۔ اور ہمارے دلوں کو اپنی اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ایسا سرشار کردے اور دل میں اپنی ملاقات کی ایسی تڑپ اور محبت پیدا کردے کہ جس سے اللہ تعالیٰ بھی جلد از جلد ہماری ملاقات کو پسند فرمالے اور ہمیں تمام خطاؤں، گناہوں اور عیبوں سے پاک کرکے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی رحمت کے دامن میں چھپالے۔ آمین ثم آمین!

آپ کی مخلصانہ دعاؤں کی طلبگار
آپ کی بیٹی، بہو
ام خبیب

کفار سے براءت کا قرآنی عقیدہ

تحریر: مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل: قاری عبدالہادی

قرآن...... کتابِ فرقان

قرآن نے اپنا نام ہی ''فرقان'' رکھا کہ وہ حق و باطل میں تفریق کر دیتا ہے......اس فارق و فاصل کلام نے نازل ہوکر سلسلۂ تشریع میں اسلام کو کفر سے، امانت کو خیانت سے اور دینِ حق کو تمام ادیانِ باطلہ سے بالکل جُدا اور نمایاں کر دیا۔ امتوں پر خالق ومخلوق کا فرق مشتبہ ہو چکا تھا۔ کسی نے خدا کی مخصوص صفات بندوں میں مان لی تھیں اور کسی نے بندوں کی ناقص صفات خدا میں تسلیم کر لی تھیں۔ اس فاصل کلام نے تمام مشرکانہ جال توڑ کر توحید کو شرک سے اس طرح الگ کر دیا کہ ان میں کوئی التباس باقی نہ رہا۔ معروف ومنکر کی حدود مل گئی تھیں۔ امتوں نے معروف کو منکر اور منکر کو معروف گمان کر لیا تھا۔ اس فرقان وفیصل (کلام) نے معروف کی حدود متعین کر کے اس کو منکر سے جدا کر دیا۔ معروف کا حکم دیا اور منکر سے روکا۔ طیب وخبیث کا فرق امتیں بھلا چکی تھیں۔ اسی کلامِ فاصل نے ان میں تفریق کر دی، طیبات کو حلال کیا اور خبائث کو حرام کیا۔

مسلم و کافر کی قرآنی تفریق

پھر جہاں اس فرقان اور قولِ فصل نے اسلام و کفر، معروف ومنکر، طیب وخبیث، حلال وحرام اور حق و باطل میں تفریق کی ......وہیں اقوامِ عالم میں بھی دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے تمیز وتفریق پیدا کر دی۔ پس تمام انسانیت خیر وشر کی دو جانبوں میں بٹ گئی، تاکہ سعید وشقی، نیک و بد، مطیع و سرکش، مسلم و کافر اور اولیائے رحمان و اولیائے شیطان میں باہم کوئی تلبیس واختلاط راہ نہ پائے۔ کہیں تو اس کتابِ مبین نے کہا:

﴿اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ كَالۡمُجۡرِمِیۡنَ﴾ (القلم: ۳۵)

''کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کر دیں؟''

کہیں فرمایا کہ مؤمن ومفسد دو جدا جدا انواع ہیں جن میں کوئی التباس ومشابہت نہیں ہے:

﴿ اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۔ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ كَالۡفُجَّارِ﴾ (صٓ: ۲۸)

''آیا ہم ایمان لانے والوں اور نیکیاں کرنے والوں کو ان کے برابر کر دیں گے جو زمین میں فساد کرنے

والے ہیں یا ہم متقیوں کو فاسقوں جیسا رکھیں گے؟''

کہیں نیک اور بد کی تفریق بیان کی کہ ان کی موت اور زندگی سب الگ الگ ہونی چاہیئے ہے:

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ﴾ (الجاثیة: ۲۱)

''یہ لوگ جو برے برے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اِن کو اُن لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا کہ ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے، بہت برا حکم ہے جو یہ لگاتے ہیں۔''

کہیں فرمایا کہ نیک و بد آپس میں ایسے ممتاز ہیں جیسے بینا اور اندھا، پس یہ قطعاً ایک دوسرے کے برابر نہیں ہو سکتے:

﴿وَ مَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِیْرُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ لَا الْمُسِیْٓءُ قَلِیْلاً مَّا تَتَذَکَّرُوْنَ﴾ (المومن: ۵۸)

''اور بینا، نابینا، اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور بدکار باہم برابر نہیں ہوتے، تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو۔''

کہیں ارشاد فرمایا کہ جب عبدِ مشرک اور عبدِ غیر مشرک دو بالکل جدا مخلوقات ہیں، تو پھر وہ ایک سے کیسے ہو سکتے ہیں؟

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً رَّجُلاً فِیْهِ شُرَکَآءُ مُتَشَاکِسُوْنَ وَ رَجُلاً سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلاً﴾ (الزمر: ۲۹)

''اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص ہے جس میں کئی (آقا) ساجھی ہیں جن میں باہم ضدا ضدی ہے، اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا (غلام) ہے، کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے؟''

کہیں فرمایا کہ ایک غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا انسان ایک با اختیار آدمی کے برابر کیسے ہو سکتا ہے؟

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً عَبْدًا مَّمْلُوْکًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا هَلْ یَسْتَوٗنَ﴾ (النحل: ۷۵)

''اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک غلام ہے، مملوک کہ کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ اور ایک شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی دے رکھی ہے تو وہ اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے۔ کیا اس قسم کے شخص آپس میں برابر ہو سکتے ہیں؟''

کہیں فرمایا کہ ایک اپاہج کسی مستقیم الحال کی برابری کیسے کرسکتا ہے؟

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (النحل: ۷۶)

''اور اللہ تعالیٰ ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں کہ دو شخص ہیں جن میں ایک تو گونگا ہے کوئی کام نہیں کرسکتا اور وہ اپنے مالک پر ایک وبال جان ہے، وہ اس کو جہاں بھیجتا ہے کوئی کام درست کر کے نہیں لاتا۔ کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہوسکتے ہیں جو اچھی باتوں کی تعلیم کرتا ہو اور خود ہی سیدھے راستے پر ہو۔''

پس اللہ تعالیٰ کے اس بابرکت کلام نے یہ بات واضح کر دی کہ جب تکوینی وفطری اعتبار سے دو متضاد چیزوں، یعنی حق و باطل میں یک جہتی، اتحاد و اتفاق اور پرامن بقائے باہمی ممکن نہیں، تو پھر تشریعی حکم بھی یہی ہے کہ تم اپنے اختیار سے بھی حق اور باطل کو الگ الگ ہی رکھو اور ان میں اس مہلک اختلاط اور اشتباہ کو مت داخل ہونے دو:

﴿وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرة: ۴۲)

''حق کو باطل میں مت لاؤ اور جانتے بوجھتے حق کو مت چھپاؤ۔''

قرآن کا مطلوب اتحاد

قرآن باوجود داعیٔ اتحاد ہونے کے، ادیان واہلِ ادیان میں تفریق و امتیاز ہی کا حامی ہے۔ ہاں! قرآن کا مطلوب اتحاد یہ ہے کہ ساری ملتیں مٹ کر اسلام میں آملیں اور یوں کئی امتیں نہ رہیں، بلکہ ایک امت بن جائے؛ اور کئی ادیان نہ رہیں بلکہ دین بس ایک ہی ہو جائے۔ ''ليكون الدين كله لله''، کا یہی معنی ہے۔ قرآن ایسا اتحاد نہیں چاہتا کہ برائی اپنی صورت پر قائم رہتے ہوئے نیکی کے ساتھ رل جائے، ظلمت رہے نہ نور بلکہ کوئی اور تیسری چیز تیار ہو جائے! اگر قرآن ایسے اتحاد کو گوارا کرتا تو وہ یقیناً اسے بھی گوارا کرتا کہ نہ قرآن رہے نہ قرآنی امت، نہ اسلام کی حقیقی دعوت رہے نہ امتِ اسلام...... کیونکہ التباس ہی وہ تاریکی ہے کہ جس میں ہر شے کا اصلی وجود پہلے چھپتا ہے اور پھر بالآخر باطل بن جاتا ہے۔

کفار سے مشابہت واختلاط کا انجام

اسی باب میں احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے، دوسری اقوام سے اپنا امتیاز برقرار نہ رکھنے کی وجہ سے پہلے کوئی قوم اپنے قومی وجود کو چھوڑتی ہے، اور بالآخر فنا ہو کر اس دوسری قوم میں مدغم ہو جاتی ہے جس کے علمی و عملی شعائر سے اس نے اپنے علم و عمل کو مخلوط کر لیا تھا۔ ''من تشبّه بقوم فهو منهم'' (یعنی یہ حدیث کہ ''جس نے کسی قوم کی

مشابہت اختیار کی تو وہ انہی میں سے ہے'') کا یہی مفہوم ہے!

پس ہر صداقت کے مٹنے کا پہلا قدم التباس واختلاط اور تشبہ ہی ہے......اسی لئے قرآنِ کریم نے ایک طرف تو متعدد مثالوں سے اسلام و کفر کی تلبیس اور حق و باطل کو برابر ٹھہرانے کے متعلق اپنی ناراضی ظاہر فرمائی۔ پھر با قاعدہ امر اور حکم کے ذریعہ تلبیس کی ممانعت فرمائی۔ اور پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ متعدد آیات میں تلبیس کی جڑ کاٹنے کا ایک عملی لائحہ عمل بھی پیش فرمایا جس میں صرف کفار کی مشابہت ہی سے نہیں، بلکہ بطور سدِّ ذرائع ہر اس حرکت سے روکا ہے جو مشابہت تک لے جاتی ہو، تاکہ مسلم و کافر میں کوئی ظاہری یا باطنی اشتراک، کوئی مناسبت اور کوئی مماثلت بھی پیدا نہ ہونے پائے۔

کفار سے براءت کے مختلف درجات

۱۔ کفار سے قلبی تعلق کا خاتمہ

قرآن نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان کسی کافر کے ساتھ موالات و مودت اور قلبی محبت کا تعلق نہ رکھے، کیونکہ قلب اقلیمِ تن (یعنی جسم) کا بادشاہ ہے، لہٰذا قلبی تعلقات ہی آخر کار انسان کے نیت و ارادے اور تمام افعال پر چھا جائیں گے۔ نتیجتاً ایک مسلمان قلباً و قالباً (ظاہراً و باطناً) کفار سے مشابہ ہو جائے گا، حالانکہ کفار سے مشابہت قرآنی تعلیمات کے صراحتاً خلاف ہے۔ پس ایک جگہ تو اس نے یہود و نصاریٰ سے ترکِ موالات کا حکم دیا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ﴾ (المائدۃ: ۵۱)

''اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔''

پھر اہلِ کتاب اور عام اہلِ کفر سے، حتیٰ کہ ان لوگوں سے بھی رشتۂ موالات منقطع کرنے کا حکم دیا جو مسائلِ دین کے ساتھ تمسخر اور استہزاء سے پیش آتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (المائدۃ: ۵۷)

''اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے، جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے، ان کو اور دوسرے کفار کو دوست مت بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔''

پھر ایک جگہ فرمایا کہ کافر تو کافر، ایک مسلمان تو کسی ایسے آدمی سے بھی رتی بھر محبت نہیں رکھ سکتا جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہو، خواہ کفر کر کے ہو یا علانیہ فسق اور بدعت کا ارتکاب کر کے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا

اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ﴾ (المجادلہ: ۲۲)

''جولوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں؟ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے۔''

حقیقت یہی ہے کہ اگر کسی مسلمان کے دل میں موالاتِ کفار اور محبتِ منکرین کا کوئی شائبہ تک موجود ہے تو ماننا پڑے گا کہ اسی درجہ میں اسلام کی عظمت و محبت کی کمی بھی اس قلب میں جاگزیں ہے، ورنہ پھر اسلام و کفر کا تضاد ہی باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی حقیقت کو سمجھ کر اربابِ حقیقت نے دعویٰ کیا ہے کہ کفار سے محبت رکھنے سے ایمان میں فساد آ جاتا ہے۔ بلکہ سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جس کا ایمان و توحید خالص ہے وہ کسی بدعتی سے بھی اُنس نہیں رکھ سکتا چہ جائیکہ کفار سے؛ اور وہ بھی مودت و محبت کی شکل میں!......اگر مسلم قلوب میں سے کفار کے لیے یہ شدت و سختی نکل جائے تو ان کی ولایت و محبت ضرور اس کی جگہ لے گی۔ اور کفار سے قلبی محبت قائم کرنے کے بعد وہ دن دور نہیں رہتا جب یہ مسلم فرد انجام کار اُسی گروہِ کفر میں جا ملے اور صورت و سیرت میں ان کا ہم آہنگ بن جائے۔

قرآنِ کریم نے موالات کے اس نتیجے کا صاف صاف ذکر کر دیا ہے:

﴿وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ (المائدۃ: ۵۱)

''اور جو شخص تم میں سے ان سے دوستی کرے گا بے شک وہ انہی میں سے ہوگا۔''

پس ترکِ محبت و قطعِ موالات کے سلسلے میں ایک مسلمان کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے آیاتِ مذکورہ کے تحت اہلِ کفر سے اپنے قلبی تعلقات کا رشتہ کلیتًا کاٹ دے۔ بالکل اسی طرح جیسے ان آیات کے ماتحت ابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے کافر باپ سے قلبی تعلقات منقطع کر لئے تھے کہ بالآخر بدر میں خود ہی ان کے قاتل بھی بنے۔ اور جس طرح اسی تعلیم (أشداء على الكفار) کے ماتحت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر سے محبت ختم کر کے خود ہی اُحد میں اسے قتل کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو بدر میں قتل کیا، حضرت علی و حمزہ اور عبید بن الحارث رضی اللہ عنہم نے عتبہ، ولید بن عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ کو بدر میں قتل کیا جو ان حضرات کے قریبی رشتہ دار تھے، اور ایسا کر کے اسلامی غیرت اور صلابت فی الدین کی ایک ایسی زبردست مثال قائم فرما دی جو ہمیشہ امت کو غیرت و حمیت کی دعوت دیتی رہے گی۔

۲۔ اہلِ کفر سے نفرت و برأت کا زبانی اعلان

پھر قرآنِ کریم نے اسی پر بس نہ کیا، بلکہ حکم دیا کہ اپنے اس ترکِ موالات اور قلبی نفرت کا اعلانِ عام بھی کر دو

تا کہ غیر مسلم تمہارے قلب وقالب سے کوئی طمع نہ رکھ سکیں، جیسا کہ اللہ نے اپنے رسول کی کفار سے برأت بھی علی الاعلان پکار دی تھی:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَ کَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ﴾(الأنعام: ۱۵۹)

''بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔''

یہ تفریق بالکل صفائی سے واضح کر دی گئی کہ ''لست منھم'' (تم ان میں سے نہیں ہو)......یعنی تیری اور ان کی بات ایک نہیں۔ تیرا اور ان کا معاملہ ایک نہیں۔ تو اور وہ بالکل الگ الگ ہیں......تو کسی چیز کے اعتبار سے کفار میں سے نہیں، ان کا شریک نہیں، ان کے ساتھ متحد نہیں۔ اسی لئے سورۂ کافرون میں اس برأت وعلیحدگی کو مزید واضح کر دیا گیا:

﴿قُلْ یَا أَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدتُّمْ وَلَا أَنتُمْ عَابِدُوْنَ مَا أَعْبُدُ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ﴾ (الکافرون)

''آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو، اور نہ میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے، تمہیں تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا۔''

کفار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اظہارِ برأت وبیزاری ایسا ہی ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السّلام نے اپنی کافر قوم اور اپنے کافر باپ سے اعلانِ برأت کیا تھا:

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ لِاَبِیْہِ وَ قَوْمِہٖٓ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ﴾(الزخرف: ۲۶)

''اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں اس چیز سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔''

اور ایسا ہی ہے جیسا کہ قومِ ابراہیمؑ نے مشرکین سے یہ کہہ کر اظہارِ برأت کیا تھا کہ:

﴿اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْکُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ﴾(الممتحنہ: ۴)

''ہم تم سے اور جس کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں۔''

پس جب انبیاء علیہم السلام کا طریقہ کفار سے نفرت وبیزاری کا اعلان کرنا ہے، تو ان کے پیرو اور حلقہ بگوش کیوں اسی طریقے کی رہروی پر مجبور نہ کئے جائیں گے؟ آخر وہ سب طریقۂ رسول کی پیروی ہی کے تو مدعی ہیں! بہر حال ایک مومن کے قلب اور لسان دونوں کا تعلق کفار سے کاٹ دیا گیا، اور یہی دو اعضاء انسان میں اصل ہیں۔

لسان الفتیٰ نصف و نصف فؤادہ

فلم یبق اِلاصورد اللحم والدّم

۳۔تمام اعمال میں کفار کی پیروی سے اجتناب

پھر اسی پر بس نہیں کی گئی بلکہ قلب وزبان کی طرح عام افعال وجوارح میں بھی مسلموں کو غیر مسلموں سے الگ اور ممتاز ہی رکھا گیا ہے۔تا کہ مسلمان نہ ان کے کسی لائحۂ عمل اور طریقۂ کار کے پابند بنیں، نہ ہی کسی آواز پر ان کے پیچھے پیچھے ہولیں۔چنانچہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو فرمایا گیا تھا کہ جب تمہیں علم وہدایت کی دولت دے دی گئی ہے تو پھر تم کج راہوں اور جاہلوں کے پیچھے مت ہولینا۔خدائے کریم نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو خطاب کر کے فرمایا:

﴿فَاسْتَقِيْمَا وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾(یونس: ۸۹)

''تو تم دونوں مستقیم رہو اور ان لوگوں کی راہ نہ چلنا جن کو علم نہیں۔''

یہی وصیت موسیٰ علیہ السّلام نے کوہِ طور پر جاتے ہوئے ہارون علیہ السلام کو کی تھی کہ تم اپنی صلاح اور دوسروں کی اصلاح کی راہ پر قائم رہنا اور مفسدوں کی پیروی مت کرنا:

﴿وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾(الاعراف: ۱۴۲)

''اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا، اور مفسدوں کی رائے پر عمل نہ کرنا۔''

پس جب انبیاء علیہم السّلام کا راستہ ایک صراطِ مستقیم ہے جس پر وہ علم وصلاح اور استقامت کے ساتھ قائم ہیں، تو پھر غیر مسلموں کے جہل وفساد والی متفرق راہوں پر چلنے کی حاجت ہی کیا ہے؟ مسلمانوں کو تو یہ زریں اصول دے دیا گیا ہے کہ:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ (الأنعام: ۱۵۳)

''بلاشبہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔''

۴۔کفار سے مکمل ترکِ معاملات

پھر شریعتِ الٰہی نے صرف اتنی ہی علیحدگی اور تمیز پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس امتیاز وتفریق کو اور زیادہ نمایاں کرتے ہوئے کفار سے معاملات بھی منقطع کرنے کا حکم دے دیا۔پس اگر اسلامی سطوت وشوکت قائم ہو، اس کی حکومت کا علم لہرا رہا ہو، شرعی عدالتیں کھلی ہوئی ہوں......تو خلافتِ راشدہ اور حکومتِ دینیہ کے دستور العمل کے

مطابق مسلمان کفار سے استعانت وامداد نہ لیں گے، سیاسیات میں ان کو شریک نہ کریں گے اور اشتراکِ عمل سے حتی الامکان بچیں گے۔ کیونکہ معاملات کی یہ ظاہری شرکت بھی آخر کار وہی موالات اور انس ومحبت پیدا کر دیتی ہے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی گہری سیاست نے اس اصول پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ خلافت کے زیرِ نگیں علاقوں میں ان کا یہ فرمان شائع کیا گیا تھا:

"......أن لا تـكـاتبتوا أهل الذمة فتجري بينكم و بينهم المودة، ولا تكنوهم وأذلوهم، ولا تظلموهم."

"ذمیوں کے ساتھ مکاتبت کا تعلق مت رکھو ورنہ تم میں اور ان میں محبت پیدا ہو جائے گی۔ ان کو پناہ مت دو اور ان کو ذلیل رکھو، مگر ہاں ان پر ظلم نہ کرو۔"

(إقتضاء الصراط المستقيم)

نیز فاروقِ اعظم اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے درج ذیل مکالمے سے اس قطع تعلق میں پنہاں حکمت کا پورا پورا اندازہ ہو سکے گا۔ امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں سندِ صحیح کے ساتھ روایت فرماتے ہیں:

أبو موسىؓ: "قلت لعمر رضى الله عنه: إن لي كاتبًا نصرانيًا."

حضرت ابوموسیؓ: "میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے یہاں ایک نصرانی کاتب ملازم ہے۔"

عـمـرؓ: "مـالـك! قـاتلـك الله! أما سمعت الله يقول: يا أيها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود و النصارىٰ أولياء بعضهم أولياء بعض. ألا اتخذت حنيفاً؟"

حضرت عمرؓ نے فرمایا: "تجھے کیا ہوا؟ خدا تجھے غارت کرے! کیا تو نے اللہ کا یہ حکم نہیں سنا کہ: یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ، یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تو نے کسی مسلمان کو ملازم کیوں نہ رکھا؟"

أبو موسىؓ: "يا أمير المؤمنين! إن لي كتابته وله دينه."

حضرت ابوموسیؓ: "اے امیر المؤمنین! مجھے تو اس کی کتابت سے غرض ہے اور اس کا دین اسی کے لئے ہے (یعنی مجھے اس کے دین سے کیا تعلق؟)"

عـمرؓ: "لا أكرمهم إذا أهانهم الله، ولا أعزهم إذا أذلهم الله، ولا أدنيهم إذا أقصاهم الله تعالىٰ."

حضرت عمرؓ: "میں ہرگز ان کی تکریم نہیں کروں گا جن کی اللہ نے توہین کی، اور میں ان کو عزت نہ دوں گا جن کو اللہ نے ذلیل کیا، اور میں انہیں مقرب نہ بناؤں گا جن کو اللہ تعالیٰ نے دور کیا۔"

(اقتضاء الصراط المستقيم)

......پس جس مخلوق کی اس کے خالق نے تکریم نہ کی اور ان کے لئے عزّت کا کوئی شمہ گوارا نہ کیا، اس خالق کے پرستاروں کی غیرت وحمیت کے خلاف ہے کہ وہ اس کے اعداء کی تکریم کریں۔ وہ جسے پھٹکار دے یہ اسے پیار کریں۔ ورنہ یہ تو پھر اسلام کے نام پر شرائعِ الٰہی کی توہین اور خود افعالِ باری ہی کی صریح تکذیب کرنے کے مترادف ہوگا، نعوذ باللہ منہ۔

۵۔کفار کے ساتھ نشست و برخاست سے گریز

پھر دین وملت کے تحفظ میں شریعت نے ایک قدم اور بڑھایا کہ غیر مسلموں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی منع کر دیا۔ اگر ان کے ساتھ نشست و برخاست اور میل جول عام ہو جائے تو رفتہ رفتہ ان سے موالات اور مودّت و محبت پیدا ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے، جس سے مسلمانوں کے مخصوص قومی و مذہبی شعائر مٹتے چلے جائیں گے اور دین ضائع ہو جائے گا۔ چونکہ کفر ونفاق کی محفلوں کا عام انداز یہی ہوتا ہے کہ ان میں دین کی تحقیر کی جاتی ہے اور قول وعمل سے اللہ کی آیات کا مذاق اڑایا جاتا ہے، اس لیے ان میں شرکت کا نتیجہ مسلمانوں کو ان کے دین سے دور کرنے کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟ اسی لئے قرآن نے فرمایا:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ﴾(النساء: ۱۴۰)

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس یہ فرمان بھیج چکا ہے کہ جب احکامِ الٰہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو ایسے لوگوں کے پاس مت بیٹھو، جب تک کہ وہ اور کوئی بات شروع نہ کر دیں۔''

نیز جب ایک منافق محض ظاہری میل جول اور زبانی جمع خرچ کی بناء پر مسلم کہلا سکتا ہے تو کیا ایک مسلمِ حنیف پر اس ظاہری مشارکت یا مجالست کے سبب کفر ونفاق کے احکام جاری نہیں ہو سکتے؟ قرآن کریم نے خود ہی فیصلہ فرما دیا:

﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾(النسآء: ۱۴۰)

''اس حالت میں تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ گے۔''

۶۔خواہشاتِ کفار کی مخالفت

ان تمام مراتب کے بعد ترقی کر کے شریعت نے کفار سے تعلق کے اس تار کو بھی کاٹ ڈالا کہ مسلمان غیر مسلموں کے ہوائے نفس اور ان کی جاہلانہ خواہشات پر کان تک دھریں یا ان کے نفسانی جذبات کا کچھ بھی احترام کریں! کیونکہ اگر ان کے ہوائے نفس میں سے تم نے کسی ایک خواہش پر بھی لبیک کہا، تو ایک پیروی تمہارے لئے دوسری پیرویوں کا ذریعہ اور ان کے لئے دوسری خواہشات پیش کرنے، اور ان کو منوانے کا ایک قوی وسیلہ اور حجت بن جائے گی۔ اور نہ معلوم انجامِ کار ان کی خواہشات ومطالبات پر اسلام کا کس قدر سرمایہ، چاہتے یا نہ چاہتے

ہوئے، نثار کردینا پڑے۔ پس قرآنِ کریم نے بتلایا کہ ان جاہلوں کی پیروی کرنا دراصل حق کی پیروی سے ہٹنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (الجاثیة:۱۸)

''پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کردیا سو آپ اسی طریقہ پر چلے جائیں اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلیں۔''

ایک اور مقام پہ فرمایا:

﴿وَ تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ﴾ (المائدہ:۴۸)

''اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے۔''

ایک موقع پہ یہ ارشاد ہوا:

﴿وَ اَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْکَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکَ﴾ (المائدہ:۴۹)

''اور ہم حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشات پر عمل درآمد نہ کیجئے، اور ان سے یعنی ان کی اس کے بات سے احتیاط رکھیئے کہ وہ آپ کو خدا کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے پھسلا دیں۔''

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَ لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآئَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ﴾ (الرعد:۳۷)

''اگر آپ ان کے نفسانی خیالات کا اتباع کرنے لگیں بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم پہنچ چکا ہے تو اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔''

بہرحال ان آیات میں اہوائے کفار کی پیروی کو انتہائی بلاغت کے ساتھ روکا گیا ہے کہ ساتھ ہی کہیں ''علم''، کہیں ''حق''، کہیں ''شریعت'' اور کہیں ''ماأنزل اللّٰہ'' کے کلمات سے اس طرف رہنمائی بھی فرمادی کہ اتباع کے لئے یہ چیزیں کافی ہیں! پھر کیا ان کے بعد بھی کسی دوسری چیز، اور وہ بھی اہوائے کفار کی پیروی کی حاجت رہ جاتی ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ ان کی خواہشات کا اتباع کرکے تو تم علم کی بجائے جہالت، حق کی بجائے باطل، شریعت کی بجائے سُبلِ متفرقہ اور ''ماأنزل اللّٰہ'' کی بجائے القائے شیطانی کے دلدل میں پھنس جاؤ گے۔ أتستبدلون الذي هو أدنىٰ بالذي هو خير؟

۷۔کفار سے عملی دشمنی...... جہاد فی سبیل اللہ

قلب وقالب کے یہ تمام رشتے منقطع کر دینے کے بعد اب شریعت نے ایک اور قدم اُٹھایا کہ احبائے الٰہی (یعنی مسلمان) اللہ کے ان دشمنوں سے اگر کوئی تعلق رکھیں تو وہ عداوت اور بغض فی اللہ کا تعلق ہونا چاہیے، نہ کہ حب اور اُنس کا۔ کیونکہ وہ خدا کے دشمن ہیں اور مسلمانوں کو وہ سب کے سب، اوران کا قائد اعظم (شیطان)، اپنی انتہائی عداوت کے سبب جہنم کی طرف دھکیل دینا چاہتے ہیں:

﴿اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدۡعُوۡا حِزۡبَہٗ لِیَکُوۡنُوۡا مِنۡ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ﴾ (فاطر: ٦)

''یہ شیطان بے شک تمہارا دشمن ہے سوتم اس کو دشمن سمجھتے رہو، وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لئے بلاتا ہے تا کہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جاویں۔''

نیز جب یہ عداوت کسی نفسانی داعیہ سے نہیں، بلکہ محض اس لئے قائم ہوئی کہ انہوں نے حق کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا تو اس کی بناء محض صداقت پر ہوئی۔ اس لئے بے دھڑک اس عداوت کا اعلان بھی کر دو تا کہ اعداء اللہ تم کو اپنی طرف کھینچنے اور ملا لینے سے مایوس ہو جائیں، جیسا کہ اصحابِ ابراہیمؑ نے اعلان کیا تھا اور صاف طور پر پکار ڈالا تھا:

﴿کَفَرۡنَا بِکُمۡ وَ بَدَا بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃُ وَ الۡبَغۡضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰہِ وَحۡدَہٗۤ﴾ (الممتحنة: ۴)

''ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا، جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔''

پھر فرمایا کہ اعلانِ عداوت کے بعد خاموش نہ بیٹھ جاؤ بلکہ حسبِ استطاعت سامانِ جنگ کی تیاری بھی جاری رکھو تا کہ یہ عداوت اس وقت تک مستحکم رہے جب تک وہ کفر سے تائب نہ ہو جائیں:

﴿وَ اَعِدُّوۡا لَہُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّۃٍ وَّ مِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ تُرۡہِبُوۡنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَ عَدُوَّکُمۡ وَ اٰخَرِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہِمۡ﴾ (الأنفال: ٦٠)

''اوران کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان تیار رکھو کہ اس کے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھو ان پر جو اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں۔ اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی۔''

حاصلِ کلام

خلاصہ یہ ہے کہ کفار کے ساتھ مسلمانوں کی آمادگیٔ عداوت، پھر اعلانِ عداوت، پھر ابقائے عداوت کے سبب

ان کا خطاب ہی بارگاہِ الٰہی سے ''أشداء علی الکفار'' نازل ہوگیا اور وہ خدا کی اس فوج کے سپاہی بن گئے جس کو خدا نے اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے چن لیا۔ پس مسلم و کافر دو فوجیں ہیں جو ہمیشہ ایک دوسرے کے بالمقابل صف آراء اور جنگ آزما رہی ہیں۔ ہمیشہ ایک کی امداد جنودِ ملائکہ اور ایک کی جنودِ شیاطین سے ہوتی رہی ہے۔ پھر ہمیشہ پہلے کے حق میں فوز و فلاح کے دروازے کھولے گئے اور دوسرے کے لئے انجامِ کار ذلّت و پھٹکار کے سوا کچھ نہ رہا!

(اقتباس از کتاب: ''التشبّه في الاسلام''، معروف بہ ''اسلامی تہذیب وتمدن''، باب اوّل)

ان سنتوں کو کون زندہ کرے گا؟

ایسا منظر جس کی نظیر آسمان و زمین پیش کرنے سے عاجز ہے:

عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه قال: ''کان رسول الله صلی الله علیه وسلم أحسن الناس و أجود الناس وأشجع الناس. قال وقد فزع أهل المدینة لیلة سمعوا صوتا، قال: فتلقاهم النبی صلی الله علیه وسلم علی فرس لأبي طلحة عری، وهو متقلد سیفه فقال: لم تراعوا لم تراعوا، ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: وجدته بحرًا یعني الفرس.'' (صحیح بخاری: ص۴۲۶، ج۱)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے حسینوں سے زیادہ حسین اور دنیا بھر کے سخیوں سے زیادہ سخی، اور دنیا بھر کے بہادروں سے زیادہ بہادر تھے (اس کا مشاہدہ جنگوں کے علاوہ بے شمار مواقع میں ہوتا رہا۔ (من جملہ ان کے یہ ہے کہ) ایک رات اہلِ مدینہ کسی خوفناک آواز پر گھبرا اٹھے۔ مقابلے کے لیے خطرے کی طرف نکلے تو (کیا دیکھتے ہیں کہ) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہیں۔ گلے میں اپنی تلوار پہنے خطرے کا جائزہ لے کر واپس تشریف لا رہے ہیں اور فرماتے جا رہے ہیں: مت گھبراؤ، مت گھبراؤ (یعنی میں دیکھ آیا ہوں ڈرنے کی بات نہیں)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: میں نے اس گھوڑے کو چلنے میں سمندر (کی طرح) پایا۔''

صحیح بخاری کی اس روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس گھوڑے پر زین کے بغیر تھے۔ محدثین کہتے ہیں کہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ماہر گھڑ سوار تھے۔

(مسلح پہرہ اور توکل: ص۲۴، ۲۵)

إن الحكم إلا لله

جمہوریت، عصرِ حاضر کا صنمِ اکبر

اقتباس از کتاب: ''حکیم الامتؒ کے سیاسی افکار''

ان شاءاللہ ہم اس شمارے سے ''جمہوریت'' کے بارے میں یہ مستقل سلسلہ شروع کر رہے ہیں، جس کا بنیادی مقصد اسلام اور جمہوریت کے صریح تضاد کو واضح کرنا اور ان لوگوں کے فلسفوں کا ابطال کرنا ہے جو جمہوریت بالخصوص ''اسلامی جمہوریت'' کے باطل تصور کو یوں پیش کرتے ہیں گویا یہ کوئی وحی میں نازل کردہ حکم یا اجماعی مسئلہ ہے جس پر تمام علمائے امت متفق ہیں، اور جس سے اختلاف کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں...... حالانکہ ایسا دعویٰ کرنا دین کے ساتھ ایک کھلا مذاق اور صریح تحریف ہے جس کی جرأت کوئی ایسا فرد ہی کر سکتا ہے جس کا ذہن مغربی کفری علوم وافکار سے مرعوب ہو اور جس کا قلب اس اعتماد سے عاری ہو کہ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں ہر بدلتے حالات کے لیے مکمل رہنمائی دیتا ہے اور اسے زندگی کے کسی ادنیٰ سے معاملے میں بھی غربی یا شرقی کفر سے رہنمائی لینے کی چنداں ضرورت نہیں، کجا یہ کہ پورا نظامِ سیاست وطرزِ حکومت ہی مغرب سے مستعار مانگ کر اسے زبردستی اسلامی ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔ الحمد للہ برصغیر پاک و ہند اور عالمِ عرب میں ایسے علماء کی کمی نہیں جو جمہوریت کو ببانگِ دہل کفر قرار دیتے ہیں اور اسلامی وغیر اسلامی جمہوریت میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ اگر کل تک ہمارے ہی اکابر علماء نے اشتراکیت کے فلسفے کے ساتھ اسلام کے سابقے لاحقے قبول نہیں کئے تھے تو آج انہی اکابر کے وارثین جمہوریت کے ساتھ یہ سابقہ لاحقہ کیسے قبول کر سکتے ہیں؟ فرق صرف اتنا ہے کہ اشتراکیت کا کفر اتنا صریح تھا کہ اس میں تلبیس کی گنجائش نہ تھی، جبکہ جمہوریت کا کفر دجّالی تہذیب سے پھوٹا ہے جس کی سب سے نمایاں صفت ہی یہ ہے کہ وہ ہر بدباطن شے کو انتہائی خوشنما اصطلاحات میں ملفوف کر کے اس کا اصل چہرہ چھپا لیتی ہے اور یوں دجل وفریب کے سہارے کفر کو فروغ دیتی ہے۔

اللہ کا فضل ہے کہ امت کے اسلاف نے امامت وسیاست کے موضوع پر اتنا کچھ لکھ دیا ہے کہ اب اس باب میں کسی اجتہاد کے ذریعے نیا نظام اختراع کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسلام کے نزدیک کفر کی حاکمیت کے خاتمے اور شریعت کے نفاذ کا واحد راستہ دعوت و جہاد کا راستہ ہے، اور نتیجتاً قائم ہونے والا نظامِ سیاست ''خلافت'' کا نظام ہے۔ الحمد للہ تحریکِ طالبان نے امیر المومنین ملا محمد عمرؒ کی قیادت میں دعوت و جہاد ہی کے ذریعے افغانستان میں کفر کا نظام الٹایا اور پھر افغانستان کی اسلامی امارت نے پانچ سال نظامِ خلافت کے مطابق...... جمہوریت وانتخابات کے کھیل تماشوں سے آزاد رہتے ہوئے...... حکومت کر کے امت پر عملاً بھی حجت تمام کر دی ہے تاکہ کوئی شخص یہ نہ کہہ سکے کہ یہ نظام اب قابلِ عمل نہیں رہا۔ ذیل کی سطور میں جمہوریت کے حوالے سے چند اساسی شبہات کا جواب آیات واحادیث اور سیرتِ صحابہؓ کی روشنی میں نہایت مختصر اور سادہ انداز میں دیا گیا ہے۔ ان شاءاللہ آئندہ شماروں میں اسی

موضوع کے دیگر پہلوؤں پر امت کے مختلف علماء کی تحریرات پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔(مدیر)

جمہوریت کی تاریخ

''قرونِ وسطیٰ میں یورپ کے اندر جو شخصی حکومتیں عام طور سے رائج رہی ہیں وہ مطلق العنان بادشاہتیں تھیں، جن میں بادشاہ کی زبان قانون کی حیثیت رکھتی تھی اور اس پر کوئی قانونی قدغن عائد نہیں ہوتی تھی۔اس مطلق العنان حکمرانی کے نتیجے میں ظلم وستم اور ناانصافیوں کا بازار گرم رہا، اس لیے اس کے خلاف یورپ میں شدید ردِعمل ہوا۔ ''شخصی حکومت'' کو بذاتِ خود نہایت معیوب سمجھا جانے لگا اور اس کی جگہ ''جمہوریت'' کو ایک مثالی طرزِ حکومت کے طور پر پیش کیا گیا، یہاں تک کہ رفتہ رفتہ شخصی حکومتیں ختم ہوگئیں اور ان کی جگہ جمہوری نظامِ حکومت وجود میں آیا۔ بیشتر ملکوں میں جمہوریت قائم کی گئی، یہاں تک کہ جمہوریت کو ایک ایسا فیشن ایبل نظامِ حکومت سمجھا جانے لگا جو سیاست میں عدل وانصاف اور حق وصداقت کا ضامن ہے۔ چنانچہ گزشتہ (ہجری) صدی سے لے کر اب تک جتنی سیاسی تحریکیں اٹھی ہیں، ان کے ذہن میں ''جمہوریت'' کی حیثیت (معاذ اللہ) ایک ایسے ''کلمہ طیبہ'' کی ہوگئی ہے جس کے بغیر آج کے دور میں سیاست کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔''

''اسلامی جمہوریت'' کا باطل تصور

''دنیا بھر پر چھائے ہوئے اس پروپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہدِ حاضر میں جو سیاسی جماعتیں اسلام کا نام لے کر اٹھی ہیں، ان کی اکثریت بھی نہ صرف یہ کہ جمہوریت کو ایک مسلّم اصول قرار دے کر آگے بڑھی ہے، بلکہ انہوں نے بھی اپنے مقاصد میں جمہوریت کے قیام کو سرِ فہرست رکھا ہے اور خود اپنی جماعت کو بھی جمہوری ڈھانچے پر تعمیر کیا ہے۔ چنانچہ اسی ضمن میں یہ دعوے بھی بکثرت کئے گئے ہیں کہ جمہوریت اسلام کے عین مطابق ہے بلکہ اسلام نے جمہوریت ہی کی تعلیم دی ہے۔ کسی نے بہت احتیاط کی تو یہ کہہ دیا کہ جمہوریت کے جو اجزاء اسلام کے خلاف ہیں، ہم ان کے قائل نہیں ہیں، لہٰذا ہماری جمہوریت ''اسلامی جمہوریت'' ہے۔

یہ تصورات ہمارے دور میں اس قدر مشہور ہوگئے ہیں کہ ان کے خلاف کچھ سوچنا یا کہنا دنیا بھر کی لعنت و ملامت کو اپنے سر لینے کے مترادف ہے اور اگر ایسے ماحول میں کوئی شخص جمہوری حکومت کی بجائے شخصی حکومت کی حمایت کرے تو ایسا شخص تو آج کی سیاسی فضا میں تقریباً کلمۂ کفر کہنے کا مرتکب سمجھا جانے لگا ہے۔

......عام طور سے جمہوریت کے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں صرف اتنا خیال رہا کہ مطلق العنان بادشاہت کے مقابلے میں یہ نظام عوام کو آزادیٔ اظہارِ رائے عطا کرتا ہے اور حکمرانوں پر ایسی پابندیاں عائد

کرتا ہے جن کے ذریعے وہ بے مہار نہ ہوسکیں۔ اور چونکہ اسلام نے ''مشاورت'' کا حکم دیا ہے، اس لیے ''جمہوریت'' کو ''مشاورت'' کے ہم معنی سمجھ کر لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ''جمہوریت'' عین اسلام ہے۔ حالانکہ بات اتنی سادہ نہیں ہے، درحقیقت ''جمہوری نظامِ حکومت'' کے پیچھے ایک مستقل فلسفہ ہے جو دین کے ساتھ ایک قدم بھی نہیں چل سکتا اور جس کے لیے سیکولرازم پر ایمان لانا تقریباً لازمی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔''

''اسلامی جمہوریت'' کے باطل ہونے کا اساسی سبب......عوام کی حاکمیت!

جمہوریت کی حقیقت واضح کرنے کے لیے یہ جملہ مشہور ہے:

"It is a government of the people by the people for the people"

''جمہوریت عوام کی حکومت کا نام ہے، جو عوام کے ذریعے اور عوام کے فائدے کے لیے قائم ہوتی ہے۔''

لہٰذا ''جمہوریت'' کا سب سے پہلا رکنِ اعظم یہ ہے کہ اس میں عوام کو حاکمِ اعلیٰ تصور کیا جاتا ہے اور عوام کا ہر فیصلہ جو کثرتِ رائے کی بنیاد پر ہوا ہو، وہ واجب اور ناقابلِ تنسیخ سمجھا جاتا ہے۔ کثرتِ رائے کے اس فیصلے پر کوئی قدغن اور کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔ اگر دستورِ حکومت عوامی نمائندوں کے اختیارِ قانون سازی پر کوئی پابندی بھی عائد کر دے، مثلاً یہ کہ وہ کوئی قانون قرآن وسنت کے یا بنیادی حقوق کے خلاف نہیں بنائے گی، تو یہ پابندی اس لیے واجب التعمیل نہیں ہوتی کہ یہ عوام سے بالاتر کسی قوت نے عائد کی ہے یا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جسے ہر حال میں ماننا ضروری ہے، بلکہ صرف اس لیے واجب التعمیل سمجھی جاتی ہے کہ یہ پابندی خود کثرتِ رائے نے عائد کی ہے۔ لہٰذا اگر کثرتِ رائے کسی وقت چاہے تو اسے منسوخ بھی کر سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جمہوریت نے کثرتِ رائے کو (معاذ اللہ) خدائی کا مقام دیا ہوا ہے کہ اس کا کوئی فیصلہ رد نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر مغربی ممالک میں بد سے بدتر قوانین کثرتِ رائے کے زور پر مسلسل نافذ کئے جاتے رہے ہیں اور آج تک نافذ کئے جارہے ہیں۔ زنا جیسی بدکاری سے لے کر ہم جنسی جیسے گھناؤنے عمل تک کو اسی بنیاد پر سندِ جواز عطا کی گئی ہے، اور اس طرزِ فکر نے دنیا کو اخلاقی تباہی کے آخری سرے تک پہنچا دیا ہے۔''

کیا اسلام میں فیصلوں کی بنیاد کثرتِ رائے ہے؟

''قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾(الأنعام :١١٦)

''اور اگر آپ زمین والوں کی اکثریت کی اطاعت کریں گے تو وہ آپ کو اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں گے۔''

کثرتِ رائے کو معیارِ حق قرار دینے کے خلاف اس سے زیادہ واشگاف اعلان اور کیا ہوسکتا ہے؟ لیکن زمانے پر چھائے ہوئے نظریات سے مرعوب ہو کر مسلمانوں میں بھی یہ خیال تقویت پا گیا کہ جس طرف کثرتِ رائے ہوگی، وہ بات ضرور حق ہوگی۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنی تالیفات اور مواعظ و ملفوظات میں بہت سے مقامات پر اس پھیلی ہوئی غلطی کی تردید فرمائی ہے، ایک وعظ میں فرماتے ہیں:

''آج کل یہ عجیب مسئلہ نکلا ہے کہ جس طرف کثرتِ رائے ہو وہ بات حق ہوتی ہے۔ صاحبو! یہ ایک حد تک صحیح ہے مگر یہ بھی معلوم ہے کہ رائے سے کس کی رائے مراد ہے؟ کیا ان عوام کالانعام کی؟ اگر انہی کی رائے مراد ہے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کی رائے پر عمل نہیں کیا، ساری قوم ایک طرف رہی اور حضرت ہود علیہ السلام ایک طرف۔ آخر انہوں نے کیوں توحید کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار نہ کی؟ کیوں تفریقِ قوم کا الزام سر لیا؟ اسی لیے کہ وہ قوم جاہل تھی، اس کی رائے جاہلانہ رائے تھی۔''

(فضائل العلم والخشیة: ص۳۰؛ ومعارف حکیم الامت: ص۶۱۷)

مطلب یہ ہے کہ عوام کی کثرتِ رائے کبھی معیارِ حق نہیں ہوسکتی، کیونکہ عوام میں اکثریت عموماً بے علم یا کم علم لوگوں کی ہوتی ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

''مولانا محمد حسین الٰہ آبادی نے سید احمد خان سے کہا تھا کہ آپ لوگ جو کثرتِ رائے پر فیصلہ کرتے ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ حماقت کی رائے پر فیصلہ کرتے ہو، کیونکہ قانونِ فطرت یہ ہے کہ دنیا میں عقلاء کم ہیں اور بیوقوف زیادہ، تو اس قاعدے کی بنا پر کثرتِ رائے کا فیصلہ بیوقوفی کا فیصلہ ہوگا۔''

(تقليل الاختلاط مع الأنام: ص۱۴؛ ومعارف حکیم الامت: ص۶۲۶)

ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں:

''(غزوۂ احد میں) ان پچاس آدمیوں میں جو پہاڑ کی گھاٹی پر متعین تھے، اختلاف ہوا، بعض نے کہا کہ ہمارے بھائیوں کو فتح حاصل ہوگئی ہے، اب ہم کو گھاٹی پر رہنے کی ضرورت نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس غرض کے لیے ہم کو یہاں متعین کیا تھا وہ غرض حاصل ہوچکی، اس لیے حکمِ قرار بھی

ختم ہو گیا، اب یہاں سے ہٹنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصود کی مخالفت نہ ہوگی، اور ہم نے اب تک جنگ میں کچھ حصہ نہیں لیا تو کچھ ہم کو بھی کرنا چاہیے۔ ہمارے بھائی کفار کا تعاقب کررہے ہیں، ہم کو مالِ غنیمت جمع کر لینا چاہیے، بعض نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا تھا کہ بدون میری اجازت کے یہاں سے نہ ہٹنا۔ اس لیے ہم کو بدون آپ کی اجازت کے ہرگز نہ ہٹنا چاہیے، مگر پہلی رائے والوں نے نہ مانا اور چالیس آدمی گھاٹی سے ہٹ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے، یہ ان سے اجتہادی غلطی ہوئی اور گھاٹی پر صرف دس آدمی اور ان کے ایک افسر رہ گئے۔ اس واقعہ میں کثرتِ رائے غلطی پر تھی اور قلتِ رائے صواب پر تھی، جو لوگ کثرتِ رائے کو علامتِ حق سمجھتے ہیں، وہ اس سے سبق حاصل کریں۔''

(ذم النسیان: ص۱۲، معارف حکیم الامت: ص۶۱۸)

اسی وعظ میں آگے چل کر حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے کثرتِ رائے کی لازمی حقانیت کے خلاف حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرزِ عمل کی مثال بھی دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب بعض قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو ان کے خلاف آپؓ نے جہاد کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے یہ تھی کہ ان لوگوں کے ساتھ جہاد نہ کیا جائے، لیکن حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی رائے پر قائم رہے اور اسی کے مطابق فیصلہ بھی ہوا اور بعد میں سب لوگوں نے یہ اعتراف کیا کہ صائب رائے یہی تھی۔''

ان کی گردنیں مارو!

افغانستان پر امریکی حملے کے بعد شہید مفتی نظام الدین شامزئی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اہم فتویٰ جو آپؒ نے اکتوبر ۲۰۰۱ء میں کراچی میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب کے دوران سنایا۔

"**نحمده و نصلي علی رسوله الكريم**، امابعد!

میرے عظیم مسلمان بھائیو! میں آپ کو چند شرعی احکام بتانا چاہتا ہوں، آپ حضرات توجہ سے سن لیں:

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ پاکستان کا صدر پرویز مشرف یہودیوں اور صلیبیوں کی حمایت کی وجہ سے مسلمانوں پر حکمرانی کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ آپ سب حضرات اور تمام پاکستان کے مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ ہر شرعی طریقہ اختیار کر کے اس حکومت کو ختم کریں۔ پرویز مشرف کو برطرف کیا جائے۔ وہ اپنے عمل کی وجہ سے، اپنے مؤقف کی وجہ سے مسلمانوں پر، پاکستان پر حکمرانی کا حق نہیں رکھتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت افغانستان کے مسلمانوں پر دنیا بھر کے یہودیوں اور عیسائیوں نے حملے شروع کر رکھے ہیں، پس دنیا کے تمام مسلمانوں پر اس وقت جہاد فرض ہے اور اپنے افغان بھائیوں کی مدد کرنا، یہ بھی تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے......

تیسری بات یہ ہے کہ تمام مسلمان اپنے اپنے محلوں میں، ہر مسلمان اپنے اپنے مقام پر افغانستان کے مسلمان بھائیوں کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کے لیے بھی کوشش کرے۔

چوتھی بات میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حکومت کے تمام اداروں میں کام کرنے والے لوگ......اگر انہیں حکومت والے، صدرِ مملکت، یا دیگر لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کے برخلاف، مسلمانوں کے خلاف استعمال ہونے کے لیے کہیں تو تمام مسلمان، چاہے ان کا تعلق جس ادارے سے بھی ہو، وہ سب انکار کر دیں اور کہہ دیں کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف استعمال نہیں ہوں گے۔

پانچویں بات یہ ہے کہ پاکستان کی حدود میں جہاں بھی امریکی طیارے نظر آئیں، امریکی فوجی نظر آئیں، تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ تمام امریکی تنصیبات کو، تمام یہودی تنصیبات کو، امریکہ کی فوجوں کو...... جہاں دیکھیں، جہاں پائیں ان کو قتل کر دیں۔ اس وقت ہر مسلمان کا یہ شرعی فریضہ ہے!

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔"

(خطباتِ نظام الدین شامزئی شہیدؒ: ج۱، ص ۴۱۷ تا ۴۱۹)

نصر من اللّٰہ و فتح قریب

اخبارِ ملاحم

امارتِ اسلامیہ عراق

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ أجمعین، و بعد:

امارتِ اسلامیہ عراق میں ۲۲ ذیقعدہ تا ۵ ذالحجہ ۱۴۲۸ھ (بمطابق یکم دسمبر تا ۱۵ دسمبر ۲۰۰۷ء) کے عرصے میں ہونے والی کارروائیوں کی تفصیلات پیشِ خدمت ہیں۔ یہ تفصیلات امارتِ اسلامیہ عراق کے رسمی ''برقی موقع'' (ویب سائٹ) سے حاصل کی گئی ہیں۔ یہ اعداد وشمار قارئین کی خدمت میں بطورِ نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں تا کہ وہ سرزمینِ دجلہ وفرات پر جاری جہاد کے حوالے سے عالمی ذرائع ابلاغ کے جھوٹے دعووں کی حقیقت جان سکیں اور دشمن کی ذلت ورسوائی کی یہ تفاصیل ان کے حوصلے بڑھانے کا باعث بن سکیں۔

اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت اور توفیق سے ہمارے مجاہد بھائیوں نے ان پندرہ دنوں میں کل ۱۱۸ کارروائیاں سر انجام دیں۔ ان میں سے ۳۸ کارروائیوں میں جنگ کے مخصوص حالات کے پیشِ نظر دشمن کے نقصان کا اندازہ نہ لگایا جاسکا۔ ذیل میں دی گئی تفصیلات باقی ۸۰ کارروائیوں کے متعلق ہیں جو کہ ان پندرہ دنوں میں ہونے والے دشمن کے کل نقصان کے محض ۶۷ فیصد حصے کا احاطہ کرتی ہیں۔

جہادی کارروائیوں کا اجمالی خاکہ

بارودی سرنگ دھماکہ	گولہ باری	دھاوا (تعرض)	ٹارگٹ کلنگ	حدکی تنفیذ	قنص	شہیدی حملہ
۲۰	۵۶	۴۰	۳۰	۱	۹	۵

ھاون (مارٹر)	میزائیل	سی۔ایس۔کے	ایس۔پی۔جی ۹
۴۵	۱	۷	۳

دشمن کے جانی نقصان کا اجمالی خاکہ

صلیبی	متعلقہ وزارتِ داخلہ	جیشِ مہدی	کتیبۂ بدر	جاسوس+فوجی نظم وانصرام کے ماہرین
۳۰	۱۲۴+(۷زخمی)	۱۳	۸+(۴زخمی)	۵۵+(۱۱زخمی)

حکومت جانبدار جنگجو	فوج	ملیشیا	پولیس
۲	۶	۷۴+(۷زخمی)	۴۲

دشمن کی گاڑیوں کے نقصان کا اجمالی خاکہ

بکتر بند	فوجی جیپ	مرتدین کی گاڑیاں
۲	۴+(۱ ناکارہ)	۱۰+(۳ ناکارہ)

بریڈلی	ٹینک
۱	۱

تفصیلات بلحاظِ ولایات

	بغداد	دیالیٰ
جہادی کاروائیاں	۱۱۳	۵
جانی نقصان	۱۳۳+(۲۲زخمی)	۹۷
گاڑیوں کا نقصان	۱۶+(۴ ناکارہ)	ـ

امارتِ اسلامیہ افغانستان

امارتِ اسلامیہ افغانستان میں سالِ رواں ۱۴۲۹ھ کے مہینوں صفر، ربیع الاوّل، ربیع الثّانی اور ماہِ جمادیٔ الاوّل کے آغاز میں ہونے والی کارروائیوں کی تفصیلات پیشِ خدمت ہیں، جن سے اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امریکا اور اس کے اتحادی اب سرزمینِ خراسان کے دشت وجبل میں مجاہدین کے ہاتھوں بے بس ہو چکے ہیں، الحمدللہ۔ کارروائیوں کے یہ اعداد وشمار اصل اعداد وشمار کا ایک چھوٹا سا حصہ ہیں۔ جنگ کے مخصوص حالات کی وجہ سے ہم تمام تر کارروائیوں کی تفصیلات جمع کرنے کا بندوبست نہیں کر سکے۔ ان شاء اللہ اگلے شمارے سے اس سلسلے میں مزید بہتری لانے کی کوشش کی جائے گی۔ امید کی جاتی ہے کہ کارروائیوں کی یہ جزوی تفصیل بھی عالمی ذرائع ابلاغ کے پروپگینڈے کو چاک کرنے اور اہلِ ایمان کے حوصلے بڑھانے کے لیے کافی ثابت ہوگی۔

ذیل میں کارروائیوں کی تفاصیل صوبوں کے لحاظ سے پیش کی جارہی ہیں:

صوبۂ خوست

☆ ۱۸ صفر کو کٹھ پتلی افغان ملی فوج کی ایک گاڑی بارودی سرنگ کے ذریعے تباہ کردی گئی، جس کے نتیجے میں ان کا ایک اہم کماندان ''رزق نور'' ہلاک ہوگیا۔

☆ ۲۶ صفر کو دشمن کے ایک ہنگامی امدادی مرکز پر شہیدی حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں کل ۱۲ (بارہ) امریکی اور افغانی فوجی واصلِ جہنم ہوئے۔

☆ ۲۶ صفر ہی کو علی شیر کے علاقے میں مجاہدین نے بارودی سرنگ کے ذریعے امریکی جیپ تباہ کردی اور اس میں موجود تمام امریکی فوجی مارے گئے۔

☆ ۱۰ ربیع الاوّل کو شنکای کے علاقے میں مجاہدین نے بارودی سرنگ کے ذریعے افغان ملی فوج کی ایک گاڑی تباہ کی۔ جب دیگر فوجی مقتولین اور زخمیوں کو اٹھانے آئے تو اسی اثناء میں مجاہدین نے دوسری بارودی سرنگ پھاڑ دی، اور یوں ان کے ۱۳ (تیرہ) فوجی ہلاک ہوگئے، الحمدللہ!

☆ ۵ ربیع الثّانی کو مجاہدین نے ملی فوج کے قافلے پر کمین لگا کر ان کی ایک گاڑی تباہ اور ۴ (چار) فوجی ہلاک کردیئے۔

صوبۂ ہلمند

☆۲ جمادیٰ الاوّل کو مجاہدین نے نیٹو کا ''چینُوک'' ہیلی کاپٹر مار گرایا، جس سے اس میں موجود ۳۰ (تیس) نیٹو فوجی مارے گئے، الحمدللہ!

☆اواخرِ ربیع الثّانی میں نیٹو فوج کے ساتھ چار روزہ جھڑپ میں مجاہدین نے ان کے ۲ (دو) ٹینک تباہ اور ۸ (آٹھ) فوجی ہلاک کر دیئے۔

صوبۂ کابل

☆۲۲ ربیع الثّانی کو افغان صدر حامد کرزئی، ایک اعلیٰ امریکی عہدیدار، افغان اراکینِ پارلیمنٹ، ممبرانِ جرگہ اور صلیبی فوجیوں کی موجودگی میں ہونے والی سرکاری پریڈ کے دوران مجاہدین نے ۱۸ حفاظتی گھیروں کو توڑتے ہوئے کلاشنکوف، گرنیڈ لانچروں اور راکٹ لانچروں کی مدد سے حملہ کیا۔ اس حملے میں ۳ (تین) افراد ہلاک ہوئے جن میں افغان حکومت کا ایک وزیر، ایک جرگے کا ممبر اور کرزئی کی حفاظت پہ مامور ایک امریکی پہرے دار شامل تھا۔ بعض اطلاعات کے مطابق کرزئی بھی ٹانگ میں گولی لگنے سے زخمی ہوا، لیکن تاحال ان اطلاعات کی تصدیق کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہوسکا۔

☆۲۳ ربیع الثّانی کو کرزئی پر حملے میں ملوث ہونے کے شبہ میں کابل کے ایک گھر میں موجود تین مجاہدین کو افغان ملی فوج نے گھیرے میں لے لیا اور مقابلہ شروع ہوگیا، جو دس گھنٹوں تک جاری رہا۔ اس مقابلے میں ۳ (تین) افغان ملی فوجی مرے جبکہ ۳ (تین) مجاہدین بھی شہید ہوئے، **نحسبھم کذلک واللّٰہ حسیبھم**۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائیں، آمین!

صوبۂ پکتیا

☆۵ ربیع الثّانی کو بارودی سرنگ تلاش کرنے والی ایک گاڑی کو بارودی سرنگ ہی سے تباہ کر دیا گیا۔

☆۷ ربیع الثّانی کو بارودی سرنگ کے ذریعے مجاہدین نے ایک امریکی فوجی جیپ تباہ کی۔

☆۹ ربیع الثّانی کو بھی ایک امریکی فوجی جیپ بارودی سرنگ کے ذریعے تباہ کر دی گئی۔

☆۱۴ ربیع الثّانی کو بارودی سرنگ کے ذریعے افغان ملی فوج کی ایک گاڑی تباہ کر دی گئی۔

☆۱۹ ربیع الثّانی کو مجاہدین نے امریکی مرکز پر کاتیوشا میزائیل اور ھاون (مارٹر) کے گولے برسائے۔

صوبۂ کاپیسا

☆۳ ربیع الاوّل کو مجاہدین نے نیٹو اور افغان ملی فوج کے ایک مشترکہ مرکز پر حملہ کیا۔ دن ساڑھے نو بجے سے لے کر شام ۴ بجے تک مقابلہ ہوتا رہا۔ اس کے نتیجے میں ۱۰ (دس) فوجی واصلِ جہنم ہوئے۔

☆ ۵ ربیع الاوّل کو مجاہدین نے افغان ملی فوج کے ایک مرکز پر یورش کی، نتیجتاً ۳ (تین) فوجی ہلاک ہو گئے۔

☆ ۲۰ ربیع الاوّل کو مجاہدین نے حملہ کر کے بج خان، افغانیہ اور کویان کے علاقے فتح کر لئے۔ اس پوری کارروائی میں ۱۰ (دس) مرتد فوجی مارے گئے۔

صوبۂ ننگرھار

☆ ۹ ربیع الاوّل کو ۵۰ مجاہدین پر مشتمل دستے نے افغان ملی فوج کی تین سرحدی چوکیوں پر حملہ کیا، اور ان میں سے ایک کو فتح کرلیا۔ اس کارروائی میں ۱۰ (دس) مرتد فوجی مارے گئے اور باقی زخمی ہوئے، جبکہ ایک مجاہد شہید ہوا، **نحسبه کذلک و الله حسیبه**۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائیں، آمین!

☆ ۲۳ ربیع الثّانی کو مجاہدین کے خلاف ہونے والے ایک جرگے پر شہیدی حملہ کیا گیا۔ اس کے نتیجے میں ۶۰ (ساٹھ) پولیس اہلکار اور اراکینِ جرگہ مارے گئے۔

صوبۂ پکتیکا

☆ اواخرِ صفر میں زنبیلہ کے علاقے میں مجاہدین نے صلیبیوں کے مرکز پر ۱۰ (دس) کاتیوشا میزائیل داغے۔

☆ ۱۰ ربیع الاوّل کو خر کمر کے علاقے میں مجاہدین نے امریکا کی کٹھ پتلی افغان ملی فوج کی سرحدی چوکی پر ھاون کے گیارہ (۱۱) گولے داغے۔

☆ ۱۳ ربیع الثّانی کو مجاہدین کے پانچ مجموعوں نے بیک وقت امریکی مرکز ''مچہ داد''، نیٹو کے مرکز ''نوے اڈہ''، افغان ملی فوج کے مرکز ''مدّ اشامی'' اور امریکیوں کی ایک سرحدی چوکی پر ہشتادو (آر۔آر۔۸۲) کے چھ گولے، ۳ (تین) بی ایم میزائیل (۱۰۷ ایم ایم) اور ھاون کے متعدد گولے داغے۔ الحمد للہ بیشتر گولے اہداف کے عین قلب میں لگے۔

☆ ۱۵ ربیع الثّانی کو مجاہدین نے زنبیلّہ کے علاقے میں امریکہ اور مرتد افغان فوج کی سرحدی چوکیوں پر ۹ (نو) کاتیوشا میزائیل داغے۔

☆ ۱۵ ربیع الثّانی کو ہی بیرمل میں افغان ملی فوج کی سرحدی چوکی پر ہشتادو کے تین گولے داغے گئے۔

☆ ۲۲ ربیع الثّانی کو کینیڈا کی فوج کے ''رخہ کیمپ'' پر ۳ (تین) بی۔ ایم میزائیل داغے گئے۔

☆ ۲۶ ربیع الثّانی کو ترک مجاہدین نے ''مچہ داد'' کے قریب امریکی قافلہ پر کمین لگائی، جس کے نتیجے میں ان کی ۴ (چار) گاڑیاں تباہ ہوگئیں۔

☆۲۶ ربیع الثّانی کو نیٹو کے مرکز ''نوے اڈہ'' پر۲ (دو) بی۔ایم داغے گئے۔

☆۲۹ ربیع الثّانی کو ''رخہ کیمپ'' پر۴ (چار) بی۔ایم داغے گئے۔

☆ یکم جمادیٰ الاوّل کو امریکی مرکز ''مچہ داذ'' پر۲ (دو) صقر۔۲۰ میزائیل اور ''رخہ کیمپ'' پر۲ (دو) بی۔ایم داغے گئے۔

☆۳ جمادیٰ الاوّل کو امریکی مرکز ''مچہ داذ'' پر۵ (پانچ) بی۔ایم داغے گئے۔

☆۴ جمادیٰ الاوّل کو بیرمل میں موجود امریکی مرکز ''شکین'' پر مجاہدین نے۴ (چار) بی۔ایم داغے۔

☆۴ جمادیٰ الاوّل کو ہی امریکی مرکز ''مچہ داذ'' پر۴ (چار) بی۔ایم داغے گئے۔

☆۵ جمادیٰ الاوّل کو کینیڈی فوج کے مرکز ''رخہ کیمپ'' پر ایک بی۔ایم داغا گیا۔

☆۵ جمادیٰ الاوّل کو ہی امریکیوں نے چالیس گاڑیوں اور طیاروں کی مدد سے ایک ہوٹل میں رات بسر کرنے والے چند مجاہدین کو گھیرے میں لے لیا۔ مجاہد بھائیوں نے چار گھنٹے تک زبردست مقابلہ کیا۔ اس مقابلے میں امریکی کرنل مائیک سمیت ۷ دیگر فوجی واصلِ جہنم ہوئے، جبکہ۱۲ (بارہ) مجاہدین شہید ہوئے، جن میں ان کے کماندان ''مولوی اقبالؒ'' بھی شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائیں اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔

اس کے انتقام میں مجاہدین نے اگلے چند دنوں میں۳ (تین) صلیبی گاڑیاں تباہ کردیں، الحمد للہ!

☆۶ جمادیٰ الاوّل کو نیٹو کے مرکز ''نوے اڈہ'' پر ایک بی۔ایم داغا گیا۔

صوبۂ کنڑ

☆ ربیع الاوّل میں مجاہدین کے ایک گروہ نے کارروائی کرکے افغان فوجیوں کی ایک گاڑی تباہ کردی۔

☆ ۱۷ ربیع الثّانی کو مجاہدین کے تین مجموعوں نے افغان ملی فوج کی سرحدی چوکیوں پر حملہ کیا، جس سے انہیں بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ بوکھلاہٹ کا شکار افغان ملی فوجیوں نے جواباً کٹھ پتلی پاکستانی فوج کے مرکز پر میزائیل داغ دیئے اور ان کے متعدد فوجی ہلاک ہوگئے۔ یوں مجاہدین نے ظالموں کو ظالموں کے ذریعے ہلاک کرنے کی سنتِ الٰہی کا مشاہدہ کیا، الحمد للہ! اس کارروائی میں آٹھ مجاہدین بھی شہید ہوئے، **نحسبھم کذلک واللہ حسیبھم**۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائیں اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائیں۔

☆۱۰ جمادیٰ الاوّل کو مجاہدین نے نیٹو کا ایک جنگی ہیلی کاپٹر مار گرایا۔

صوبۂ بدخشاں

☆۹ ربیع الثّانی کو جرمنی فوج کے ہوائی اڈے پر ۷ (سات) کا تیوشا میزائیل داغے گئے۔

☆۱۴ ربیع الثّانی کو افغان ملی فوج کے مرکز پر مجاہدین نے یورش کی، نصف گھنٹے تک فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا۔اس کے بعد دشمن مرکز چھوڑ کر بھاگ گیا اور مجاہدین نے مرکز کو آگ لگادی۔

صوبۂ جلال آباد

☆۳۰ ربیع الاوّل کو ریموٹ کنٹرول بارودی سرنگ کے ذریعے مجاہدین نے ایک امریکی ٹینک تباہ کردیا۔

☆ ربیع الاوّل میں مجاہدین نے پولیس اکیڈمی پر متعدد کا تیوشا میزائیل داغے۔

صوبۂ فرح

☆۱۰ جمادیٰ الاوّل کو فرح شہر میں شہیدی حملہ کیا گیا، جس سے ۷ صلیبی فوجی اور نو (۹) افغان پولیس اہلکار ہلاک ہوئے۔

صوبۂ وردک

☆ ربیع الاوّل میں افغان ملی فوج کی گاڑی بارودی سرنگ کے ذریعے تباہ کردی گئی اور اس میں موجود ۵ (پانچ) فوجی واصلِ جہنم ہوگئے۔

صوبۂ بغلان

☆۱۷ ربیع الثّانی کو مجاہدین نے کمین لگا کر مرتد افغان فوجیوں کی ایک گاڑی کو تباہ کردیا۔ نتیجتاً ایک فوجی بھی ہلاک ہوا۔

صوبۂ قندوز

☆ ربیع الاوّل میں صلیبی اداروں کے زیرِ استعمال ایک ٹرک کو بارودی سرنگ کے ذریعے اڑادیا گیا۔

اللّٰهم منزل الکتاب و مجري السحاب و هازم الأحزاب، اللّٰهم اهزمهم و زلزلهم

اللّٰهم أنت عضدنا و أنت نصیرنا، اللّٰهم بک نصول و بک نجول و بک نقاتل.

"وللّٰه العزة و لرسوله وللمؤمنین ولکن المنافقین لایعلمون"

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کے نام

''رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیارہ تلواریں تھیں جن میں سے بعض عرب کی مشہور ترین تلواریں تھیں۔ان تلواروں کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ مَاْثُورُ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں میں سے سب سے پہلی تلوار ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے والد صاحب کے ترکہ سے ملی۔

۲۔ العَضْب: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کو چلنے لگے تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کی۔

۳۔ ذُوالفِقَار: یہ تلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تلواروں میں سب سے مشہور ہے۔یہی وہ تلوار ہے جس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے روز خواب دیکھا تھا۔یہ تلوار عاص بن منبہ کافر کی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدر کے غنائم میں ملی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تلوار سے بہت محبت تھی۔اس کے دستے اور کنڈے پر جڑی چاندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تلوار کے ساتھ والہانہ محبت کا اعلان تھا۔یہ تلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مِلک میں آنے کے بعد پھر کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئی۔

۴۔ اَلْقُلَعِی: یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو 'قلع' نامی جگہ سے ملی۔

۵۔ اَلْبَتَّار: یعنی بہت خوب کاٹنے والی۔

۶۔ اَلْحَتُف: یعنی موت۔

۷۔ اَلْمِخْذَم: یعنی کاٹنے والی۔

۸۔ اَلرَّسُوْب: یعنی جسم میں گھس کر ڈوب جانے والی۔

۹۔ اَلْقَضِیْب: یعنی تیز دھار والی تلوار۔

۱۰۔ اَلْصَمْصَامَۃ: یعنی کاٹنے والی اور ایسی مضبوط جو کبھی مڑ نہ سکے۔

۱۱۔ اللَّحِیْف: یعنی ادھیڑنے والی۔'' (زرقانی:ص۳۷۸،۳۷۹؛ج۳)

جو نبیؐ خود گیارہ تلواروں کا مالک تھا اس سے محبت کے دعویدار ہر امتی کو دیکھنا چاہیے کہ اس کی ذاتی ملکیت میں کتنا اسلحہ ہے؟

من المؤمنین رجال صدقوا......

شہید ملا داد اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حسّان یوسفی

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾
(الصف: ۴)

''بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں''۔

تاریخِ اسلام اس امر پر گواہ ہے کہ ہر دور میں اس امت میں ایسے ابطال گزرے ہیں جنہوں نے دینِ اسلام کی خاطر جانبازی و جانثاری کی حیرت آفریں داستانیں رقم کرتے ہوئے خالدؓ بن ولید، سعدؓ بن ابی وقاص اور مثنیؓ بن حارثہ کے نقوش کو تازہ کر دکھایا اور وراثتِ صحابہؓ کا صحیح حق ادا کیا۔ حبِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دل میں بسائے یہ ابطال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پہ چلتے، حق کی صف میں کھڑے سپہ گری کے ایسے جوہر دکھاتے رہے کہ خود کو محبت و نصرتِ خداوندی کا مستحق بنا ڈالا۔ اسی سلسلۂ جانبازی کا ایک کردار آج کے دور میں سرزمینِ خراسان کے بطلِ جری ملا داد اللہؒ کے نام سے ابھرا۔

ملا داد اللہؒ ۱۹۶۶ء میں افغانستان میں صوبۂ ہلمند کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق کاکڑ قبیلے سے تھا۔ تحصیلِ علمِ دین کا آغاز اپنے گاؤں سے کیا اور پھر دیگر ولایتوں (صوبوں) کے مختلف مدارس میں پڑھے۔ بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ نے انہیں سید احمد شہیدؒ کی مثل مضبوط قویٰ اور جنگجو مزاج سے نوازا تھا۔ اس کے ساتھ انہیں ایسے حالات میسر آئے جو ان کی سپاہیانہ صلاحیتوں میں مزید نکھار کا باعث بنے اور انہیں سپہ گری کے اسرار و رموز سے آشنا کر گئے۔

۸۰ء کی دہائی میں افغانستان پر روسی حملے کے دوران وہ روس کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ پھر جب امیر المومنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ نے قندھار سے اپنی تحریک کا آغاز کیا تو ملا داد اللہؒ ان کے ساتھ آ شامل ہوئے۔ ۱۹۹۶ء میں جب طالبان کابل فتح کرنے کے لئے حملہ کر رہے تھے تو اس دوران بارودی سرنگ دھماکے میں ملا داد اللہؒ کی ایک ٹانگ شہید ہو گئی۔ اس حادثے نے انہیں پست ہمت کرنے کی بجائے ان کے ہمت و حوصلے کے لئے مہمیز کا کام کیا اور وہ دشمن کے خلاف پہلے سے زیادہ متحرک ہو گئے۔ اسی اثناء میں شمالی افغانستان کی

سالاری ان کے سپرد کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے ان کی زیرِ قیادت ۱۹۹۸ء میں طالبان نے شمالی اتحاد کے خلاف لڑتے ہوئے مزار شریف فتح کیا اور پھر انتہائی نامساعد حالات اور بے سروسامانی کے عالم میں فقط پانچ دنوں میں طالبان نے قندوز بھی فتح کر لیا۔ پھر جب ۱۹۹۹ء میں جد الانبیاء حضرت ابراہیمؑ کی سنت تازہ کرتے ہوئے طالبان نے صوبۂ بامیان میں بدھا کے بت گرائے تو ملا داداللہؒ نے اس میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اس واقعے پر عالمی ذرائع ابلاغ نے بہت شور و غوغا کیا مگر بفضل اللہ طالبان ثابت قدم رہے۔

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو نیویارک اور واشنگٹن پر مجاہدین کے مبارک حملوں کے بعد امریکہ افغانستان پر حملہ آور ہوا تو طالبان طویل چھاپہ مار جنگ کی حکمتِ عملی کے تحت منتشر ہو گئے۔ پھر ۲۰۰۲ء کے آخری مہینوں میں امیر المومنین ملا محمد عمر حفظہ اللہ کی قیادت میں طالبان نے اپنی بکھری قوت کو جمع کیا اور از سر نو جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ اس مقصد کی خاطر جون ۲۰۰۳ء میں امیر المومنین نے دس رکنی شوریٰ تشکیل دی۔ ملا داداللہؒ اس شوریٰ کے رکن تھے اور انہیں جنوبی افغانستان کی عسکری ذمہ داری سونپی گئی۔ ملا داداللہؒ نے کمال خوش اسلوبی سے اپنی ذمہ داری انجام دی، اور صلیبی افواج اور ان کے حامی مرتدین پر قہر بن کر ٹوٹے۔ قلیل مدت میں ان کے نام سے مغربی دنیا میں کہرام مچ گیا اور ملا داداللہؒ فرعونِ زمانہ بش کی آنکھوں میں کھٹکنے لگے۔ یوں ملا داداللہؒ افغانستان میں ملا محمد عمر حفظہ اللہ کے بعد صلیبیوں کے لئے سب سے بڑا خطرہ بن گئے۔

۲۰۰۶ء میں امریکہ نے نیٹو افواج کی مدد سے جنوبی افغانستان میں ''ماؤنٹین تھرسٹ'' کے نام سے ایک بڑی کارروائی شروع کی۔ ملا داداللہؒ کی زیرِ قیادت طالبان نے اس کا منہ توڑ جواب دیا اور صلیبی افواج، خصوصاً کینیڈی فوج کو بھاری جانی و مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ سال ۲۰۰۶ء میں ہی ملا داداللہؒ کی قیادت میں افغانستان میں ایک سو پندرہ (۱۱۵) شہیدی حملے کئے گئے۔ دسمبر ۲۰۰۶ء میں ملا داداللہؒ نے ''ادارۂ سحاب'' سے گفتگو کرتے ہوئے شہیدی حملوں کے حوالے سے کفار کے اضطراب کو ان الفاظ میں بیان کیا: ''ان حملوں سے کفار کو جو مزہ چکھنا پڑ رہا ہے، وہ ہمارے تصور سے کہیں زیادہ ہے۔ اور انہیں اپنی حفاظت کا کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا''۔ ۲۷ فروری ۲۰۰۷ء کو بگرام ہوائی اڈے پر شدید حفاظتی پہرے کے باوجود امریکی نائب صدر ڈک چینی پر کیا گیا شہیدی حملہ طالبان کا انتہائی اہم قدم تھا۔ ملا داداللہؒ نے خود اس حملے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے بتایا کہ اس کی منصوبہ بندی براہِ راست شیخ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ کی زیرِ نگرانی کی گئی تھی۔

ملا داداللہؒ کا آخری نمایاں کارنامہ ۱۹ مارچ ۲۰۰۷ء کو صحافی کے روپ میں افغانستان آنے والے اطالوی جاسوس ''ڈینیل مسٹر و گیا کومو'' کا اغواء تھا، جس کے نتیجے میں کرزئی حکومت نے گھٹنے ٹیکتے ہوئے طالبان کے تیرہ (۱۳) اہم افراد کو رہا کیا۔ ان میں ملا داداللہؒ کے قریبی ساتھی حمد اللہؒ سمیت طالبان کے چار اہم رہنما ملا

داداللہؒ کے بھائی ملا منصور داداللہ (فک اللہ اسرہ)، ملا عبدالغفور، ملا لطیف اللہ حکیمی اور استاد یاسر شامل تھے۔ اس بڑی کامیابی کے تھوڑے عرصے بعد ۱۳ مئی ۲۰۰۷ء کو اللہ تعالیٰ نے ملا داداللہؒ کو شہادت سے سرفراز کیا۔ ملا داداللہؒ کی پوری زندگی جہاد سے عبارت ہے اور تمام مسلمانوں کے لئے نمونہ ہے، اور اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک مومن کی قوتِ ایمانی کے سامنے اولیائے شیطان کی تمام چالیں ڈھیر ہیں۔ **نحسبه كذالك والله حسيبه ولا نزكي على الله أحداً۔**

بندۂ مومن کی کامیابی اور امتِ مسلمہ کی سربلندی کا راستہ یہی جہاد و شہادت کا راستہ ہے، اور آخرت کی ابدی کامیابی اسی کی مرہونِ منت ہے۔ یہی وہ پیغام تھا جو ملا داداللہؒ نے اپنے عمل سے اپنی امتِ مظلومہ کو دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائیں اور انہیں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھ عطا فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین!

و صلى الله على نبينا محمد و على آله و صحبه و سلم

قد أفلح من تزكى

شریعت کو مضبوطی سے تھامے رکھو!

''الإعتدال في مراتب الرجال'' معروف بہ ''اسلامی سیاست'' سے ایک قابلِ غور اقتباس

''مسلمان کے لیے صلاح وفلاح صرف اتباعِ دین، اسوۂ رسولؐ اور سلفِ صالحین کے طریقے میں مضمر ہے۔ یہی آخرت میں کام آنے والی چیز ہے، یہی دنیا میں ترقیات کا سبب ہے۔ اس کے خلاف (چلنے) میں مسلمان کے لیے ہلاکت ہے، بربادی ہے، آخرت کا خسارہ ہے، دنیا کا نقصان ہے۔ تجویزیں جتنی چاہے کر لی جائیں، قراردادیں جتنی چاہے منظور کرالی جائیں، اخبارات کے مقالے جتنے چاہے مزے لے لے کر پڑھ لیئے جائیں...... سب بے سود ہے، بے کار ہے۔ مسلمان کی ترقی وفلاح کا واحد راستہ معاصی سے پرہیز اور امورِ دین کا اہتمام ہے۔ اس کے سوا منزلِ مقصود کی طرف کوئی دوسرا راستہ ہے ہی نہیں۔

یہاں ایک اور چیز پر بھی غور کرتے چلو: آج اسلام کو مسخ کر دیا جائے، اس کے سارے احکام کو مولویانہ اسلام، راہبانہ مذہب، ملانہ تنگ نظری کہہ دیا جائے، مگر جن اسلاف نے ہزاروں قلعے فتح کیے تھے، لاکھوں کروڑوں آبادیوں کو مسلمان کر کے اسلام کی حکومت وہاں قائم کی تھی، وہ اسی مولویانہ اسلام کے حامل تھے اور ان ملاؤں سے زیادہ تنگ نظر تھے۔ وہاں دین سے ایک انچ ہٹنا بھی ہلاکت شمار کیا جاتا تھا۔ وہاں زکوۃ ادا نہ کرنے پر قتال کیا جاتا تھا۔ وہاں شراب کو حلال سمجھ کر پینے پر قتل کیا جاتا تھا اور حرام سمجھنے کے باوجود پینے پر کوڑے لگائے جاتے تھے۔ وہ حضراتؓ یہ فرماتے تھے کہ ہم میں سے نماز کو ایسا منافق ہی چھوڑ سکتا ہے جس کا نفاق بالکل واضح ہو۔ یعنی عام منافقین کی بھی ہمت نہ ہوتی تھی کہ نماز کو چھوڑ سکیں۔ وہاں جب کوئی اہم مشکل اور گھبراہٹ کی بات پیش آتی تھی تو فوراً نماز کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور اس وقت تک باہر نہیں آتے تھے جب تک وہ تھم نہ جاتی...... وہ لوگ نماز میں تیر کھاتے تھے اور نماز کی لذت کی وجہ سے اس کو توڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اذان سنتے ہی دکانوں کو چھوڑ کر نمازوں کو چلا جانا ان کا عام معمول تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی سلطنت کے حکام کے پاس اعلان بھیج دیا تھا کہ سب سے زیادہ مہتمم بالشان چیز میرے نزدیک نماز ہے، جو اس کی حفاظت کر سکتا ہے، وہ دین کے بقیہ اجزاء کی بھی حفاظت کر سکتا ہے اور جو اس کو ضائع کر دے گا وہ دین کے باقی امور کو زیادہ برباد کر دے گا۔

......حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب عتبہ بن غزوان کو فارس کی ایک لڑائی پر امیرِ لشکر بنا کر بھیجا تو وصیت

فرمائی:

''إتق اللّٰه ما استطعت و احكم بالعدل و صل الصلوٰة لميقاتها و أكثر ذكر اللّٰه.''

''جتنا ممکن ہو تقویٰ کا اہتمام کرنا۔ فیصلے میں انصاف کا اہتمام رکھنا۔ نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہنا۔'' (ابن جریر)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں اجنادین میں رومیوں سے مشہور و معروف زبردست لڑائی ہوئی ہے۔ رومیوں کے سپہ سالار نے ایک عربی شخص کو جاسوس بنا کر مسلمانوں کے حالات کی تحقیق کے لئے بھیجا اور اس سے کہا کہ ایک شب و روز ان کے لشکر میں رہے اور غور سے پورے حالات کا مطالعہ کر کے آئے۔ وہ چونکہ عربی تھا اس لئے ان میں بے تکلف رہا اور واپس جا کر ان سے جو حالت بیان کی ہے وہ یہ ہے:

''بالليل رهبان و بالنهار فرسان و لو سرق إبن ملكهم قطعوه و لو زنىٰ رجم لإقامة الحق.''

''وہ لوگ رات کے راہب ہیں اور دن کے شہسوار (یعنی رات بھر خدا کے سامنے ناک رگڑتے ہیں اور دن بھر گھوڑے پر سوار رہتے ہیں)، اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کر لے تو حق کی حمایت میں اسکا ہاتھ کاٹ دیں، اگر زنا کرے تو اس کو بھی سنگسار کر دیں۔''

......اس رومی سپہ سالار نے اس جاسوس کی بات سن کر کہا:

''إن كنت صدقتني لبطن الأرض خير من لقائهم علىٰ ظهرها.''

''اگر تو نے مجھ سے ان کا حال سچ بیان کیا ہے تو زمین میں دفن ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ زمین کے اُوپر ان سے مقابلہ کیا جائے۔'' (خميس)

مسلمانوں کے یہاں ایک رومی قید تھا جو اتفاق سے موقع پا کر چھوٹ کر بھاگ گیا۔ ہرَقل نے اس سے مسلمانوں کے حالات دریافت کئے اور کہا کہ ایسے مکمل حالات بیان کرو کہ ان کا منظر میرے سامنے آ جائے۔ اس نے بھی اس قسم کے حالات بیان کئے کہ:

''یہ لوگ رات کے راہب ہیں، دن کے شہسوار۔ ذمیوں سے (یعنی وہ کافر جوان کی رعیت ہیں) بھی بغیر قیمت کوئی چیز نہیں لیتے۔ ایک دوسرے سے جب ملتے ہیں تو سلام کرتے ہیں۔''

انطاکیہ کی لڑائی میں یہی چیز تھی جس نے مسلمانوں کو نہ صرف آدمیوں پر غالب بنا رکھا تھا بلکہ بحر و بر، شجر، حجر، چرند و پرند سب ہی چیزوں پر ان کو فتح حاصل تھی۔ تاریخ ان واقعات سے پر ہے۔ تفصیلات کے لئے بڑے دفتروں کی ضرورت ہے۔ افریقہ کے جنگل (قیروان) میں مسلمانوں کو چھاؤنی ڈالنے کی ضرورت پیش

آئی......اور ایسے جنگل میں جہاں ہر قسم کے درندے اور موذی جانور بکثرت تھے۔

حضرت عقبہؓ امیرِ لشکر چند صحابہؓ کو ساتھ لے کر ایک جگہ پہنچے اور اعلان کیا:

''أيها الحشرات والسبل! نحن أصحاب رسول الله ﷺ، فارحلوا فإنا نازلون، فمن وجدناه بعد قتلناه.''

''اے زمین کے اندر رہنے والے جانورو اور درندو! ہم صحابہؓ کی جماعت اس جگہ رہنے کا ارادہ کر رہی ہے، اس لئے تم یہاں سے چلے جاؤ۔ اس کے بعد ہم تم میں سے جس کو یہاں پائیں گے قتل کر دیں گے۔''

یہ اعلان تھا یا کوئی بجلی تھی جوان درندوں اور موذی جانوروں میں سرعت سے دوڑ گئی اور اپنے بچوں کو اُٹھا اُٹھا کر سب چل دیئے۔ (إشاعة)

فارس کی لڑائی میں جب مدائن پر حملہ ہونے والا تھا تو راستے میں دجلہ پڑتا تھا۔ کفار نے وہاں سے کشتیاں وغیرہ بھی سب ہٹالیں کہ مسلمان ان پر (سوار ہوکر) نہ آسکیں۔ برسات کا موسم اور دریا میں طغیانی۔ امیرِ لشکر حضرت سعدؓ نے حکم دے دیا کہ مسلمان دریا میں گھوڑے ڈال دیں۔ دو دو آدمی ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور دریا میں گھوڑے بے تکلف تیر رہے تھے۔ امیرِ لشکر حضرت سعدؓ کے ساتھی حضرت سلمانؓ تھے اور حضرت سعدؓ بار بار فرماتے تھے:

''والله لينصرنّ الله وليه وليظهرنّ دينه وليهزمنّ عدوه، مالم يكن في الجيش بغي أو ذنوب تغلب الحسنات.''

''خدا کی قسم! اللہ جل شانہ اپنے دوستوں کی مدد ضرور کرے گا اور اپنے دین کو ضرور غالب کرے گا اور اپنے دشمنوں کو ضرور شکست دے گا، جب تک لشکر میں ظلم (یا زنا) نہ ہو اور نیکیوں پر گناہ غالب نہ آجائیں۔'' (إشاعة)

مرتدین کی لڑائی میں اول معرکہ طلیحہ کذاب سے ہوا جس میں بہت سے دشمن بھاگ گئے، کچھ مارے گئے۔ خود طلیحہ بھی بھاگ گیا۔ اس سے مسلمانوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ اس کے بعد مسیلمہ کی جماعت سے لڑائی ہوئی جس میں بہت سخت مقابلہ ہوا اور ہزاروں آدمی اس کی جماعت کے قتل ہوئے اور مسلمانوں کی بھی بڑی تعداد شہید ہوئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ ان معرکوں کے سپہ سالار تھے، فرماتے ہیں:

''إنا لما فرغنا من طليحة الكذاب، ولم تكن له شوكة، قلت كلمة، والبلاء مؤكل بالقول: وما بنو حنيفة؟ ما هي إلا كمن لقينا. فلقينا قومًا ليسوا يشبهون

أحداً، ولقد صبروا لنا من حين طلعت الشمس إلٰی صلوٰة العصر."

''جب ہم طلیحہ کذاب (کو شکست دے کر) فارغ ہو گئے ......اور اس کی قوت وشوکت کچھ زیادہ نہ تھی ......تو میری زبان سے ایک بات نکل گئی، اور مصیبت تو باتوں کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ (میں نے کہہ دیا) کہ بنی حنیفہ ہیں ہی کیا چیز؟ یہ بھی ایسے ہی ہیں جیسے لوگوں سے ہم پہلے نمٹ چکے ہیں (یعنی طلیحہ کی جماعت)۔ مگر جب ہم اس کی جماعت سے لڑے تو ہم نے کسی کو (لڑائی میں) ان جیسا نہیں پایا۔ وہ طلوعِ آفتاب سے لے کر عصر کے وقت تک برابر ہمارا مقابلہ کرتے رہے۔''
(خمیس)

حضرت خالدؓ خود اقرار فرماتے ہیں کہ زبان سے بس ایک کلمہ نکل گیا تھا جس کی وجہ سے اتنے سخت مقابلہ کی نوبت آئی۔ اسی وجہ سے حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ذرا ذرا سی چیز کی نگرانی اور اس پر تنبیہ فرماتے تھے۔ یرموک پر جب حملہ ہو رہا تھا تو حضرت خالدؓ عراق کی لڑائی میں مشغول تھے۔ یرموکی لشکر کی مدد کے واسطے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو خط لکھا اور تحریر فرمایا کہ عراق پر اپنا جانشین مقرر کر کے فوراً یرموک پہنچو۔ اس خط میں ان کی تعریف فرمائی تھی اور کامیابیوں پر مبارک باد دی تھی اور یہ بات بھی لکھی تھی کہ:

''ولا يد خلنک العجب فتخسر وتخذل، وإياک أن تد ل بعمل فإن اللّٰه تعالٰی له المن، وهو ولي الجزاء."

''تمہارے اندر عُجب (خود پسندی) ہرگز پیدا نہ ہو کہ اس سے نقصان اٹھاؤ گے اور ذلیل ہو گے۔ اپنے کسی عمل پر ناز نہ کرنا، کیونکہ احسان تو سارے کا سارا اللہ ہی کا ہے اور جزا دینے والا بھی وہی ہے۔'' (خمیس)

ان حضرات کے خطبات میں، تحریرات میں ذرا ذرا سے امور پر تنبیہ اور اہتمام ہوتا تھا اور معاصی پر زبردست گرفت ہوتی تھی۔ یہ ''سخت گیری'' اور ''تنگ نظری'' تھی ان حضراتِ اکابر کی۔ تاریخ اور کتبِ حدیث میں ہزاروں واقعات اس رنگ کے پاؤ گے۔ یہی دارین کی ترقیات کا واحد سبب تھا اور جہاں کہیں کوئی لغزش ہوئی وہاں نقصان بھی اٹھانا پڑا۔''

اَلْآنَ اَلْآنَ جاءَ الْقِتَال

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ نُفَيْلٍ الْكِنْدِيِّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَذَالَ النَّاسُ الْخَيْلَ وَ وَضَعُوا السِّلَاحَ وَ قَالُوْا لَا جِهَادَ قَدْ وَضَعَتِ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهٖ وَ قَالَ: " كَذَبُوا اَلْآنَ اَلْآنَ جَاءَ الْقِتَالُ وَلَا يَزَالُ مِنْ اُمَّتِیْ اُمَّةٌ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ وَ يُزِيْغُ اللّٰهُ لَهُمْ قُلُوْبَ اَقْوَامٍ وَ يَرْزُقُهُمْ مِنْهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَحَتّٰى يَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ وَالْخَيْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِيْهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ....

(سنن النسائي كتاب الخيل والسبق والرّمي)

سلمه بن نُفیل الکِندیؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بیٹھا تھا ایک آدمی نے کہا کہ یارسول اللہؐ (بعض) لوگوں نے گھوڑوں کو معمولی چیز سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے، اسلحہ رکھ دیا ہے اور کہتے ہیں کہ اب جہاد نہیں رہا، جنگ ختم ہو چکی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے کے ساتھ متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''غلط کہتے ہیں وہ لوگ...... اب ہی تو قتال کا وقت آیا ہے اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ ہی حق پر قائم، اللہ کے راستے میں قتال کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کے دلوں میں ان کے لیے ٹیڑھ ڈال دے گا (تا کہ وہ اِن سے لڑیں) اور اللہ اُن (دشمنوں) سے ان کو رزق (غنیمت) فراہم کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے اور یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو جائے، اور گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت کے دن تک بھلائی رکھ دی گئی ہے''۔